نگران اعلیٰ: مولانا مفتی محمود





قبل از وقت شیڈو کابینہ کی تشکیل پُراسرار کے محرکات کیا تھے؟

حقائق سے پردہ اٹھتا ہے

خانپور کے مدرسہ میں پولیس کی وحشیانہ فائرنگ

رٹ ہائی کورٹ میں داخل کر دی گئی

"بیسویں صدی کا نظام مصطفیٰ" قادیانیوں کا نعرہ ہے۔

مُلّا ازم کی پھبتی کسنے والے

مُلّائیت سے پاک اسلام کی وضاحت بھی فرمائیں



۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ ○ جمعہ

قیمت ایک روپیہ

کون کس کا آشنا

حسن کی طالب نگاہیں دل تمنا آشنا !!
زندگی لاتی ہے اپنے ساتھ کیا کیا آشنا !!

حسن گل ہیں ہو کر شعلے میں تڑپ اٹھتا ہوں میں
تم نے باندھا ہے میرے دامن سے اچھا آشنا

دوستوں تک ہی خلوص دل اثر رکھتا نہیں!
دشمنوں میں لوگ کر لیتے ہیں پیدا آشنا!

خواب ہو کر رہ گئی ہیں کیسی کیسی صحبتیں!
داغ فرقت دے گیا ہے کیسا کیسا آشنا

جانے اس محفل میں کتنے دوست ہیں، کتنے حریف
ہم مگر ان کی طبیعت سے ہیں تنہا آشنا

کس طرف، جائیں، کہاں نکلیں کہ تم رسوا نہ ہو!
ہم تو دیوانے ہیں، دیوانوں سے دنیا آشنا

حشر سے ڈرتے ہو دانشؔ بزم دنیا سے ڈرو
نفسی نفسی ہے یہاں بھی، کون کس کا آشنا

احسان دانشؔ

ادارِیہ

ولی خان کو قومی اتحاد کے اجلاس میں شرکت کی دعوت

سالِ نو کے آغاز میں پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کا اجلاس متوقع ہے۔ مجوزہ اجلاس میں پاکستان قومی اتحاد ملکی حالات پر غور و خوض کے ساتھ ساتھ اپنے دستور کے مطابق آئندہ ایک سال کے لیے اپنے عہدہ داران کا انتخاب بھی عمل میں لائے گا۔

ان دنوں پاکستان قومی اتحاد کے اس اہم اجلاس میں کالعدم نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان کی شرکت اور عدم شرکت کے بارے میں قومی رہنماؤں کی طرف سے بیانات کا ایک سلسلہ جاری ہے جبکہ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ خان عبدالولی خان کو پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کے اجلاس میں شرکت کی دعوت قومی سطح کے ایک محبِ وطن لیڈر کی حیثیت سے دی جا رہی ہے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ وہ قومی اتحاد کے صدر کی حیثیت سے کسی بھی شخص کو مرکزی کونسل کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دے سکتے ہیں۔

پاکستان قومی اتحاد کے جو رہنما قومی اتحاد کی مرکزی جنرل کونسل کے اجلاس میں خان عبدالولی خان کی شرکت پر منفی اور منطقی انداز میں اظہارِ خیال کر رہے ہیں ان سب کے بیانات ہم نے ٹھنڈے دل سے پڑھے ہیں مگر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان مقتدر رہنماؤں کے بیانات میں کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ عبدالولی خان کی جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت سے فلاں قباحت لازم آئے گی یا اگر وہ شریکِ اجلاس ہو گئے تو ملک و قوم کے لیے نفع بخش ثابت نہیں ہو گا۔

اس سلسلے میں بڑی سے بڑی جو دلیل دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ فی الحال پاکستان قومی اتحاد کی کسی جماعت کے قانونی رکن نہیں ہیں لہٰذا وہ شریکِ اجلاس نہیں ہو سکتے۔ نظر بظاہر ان مقتدر رہنماؤں کی یہ دلیل شاید کچھ لوگوں کے دل لگتی ہو، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خان عبدالولی خان کو مرکزی کونسل کے اجلاس میں شرکت کی دعوت کس مقصد کے لیے دی جا رہی ہے۔ اس مقصد کی وضاحت خود ولی خان کو دعوت دینے والے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود واضح طور پر کر چکے ہیں

مفتی صاحب نے کہا ہے کہ ہم ملک کے وسیع تر مفاد کی خاطر قومی اہمیت کے حامل تمام مسائل پر ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس واضح، غیر مبہم اور دو ٹوک وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی رہنما پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل کے اجلاس میں ولی خان کی شرکت کو موضوعِ بحث بناتا ہے اور ان کی شرکت کے بارے میں مین میخ نکالتا ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے ذہن کے پس منظر یا تہ منظر میں کیا چھپائے ہوئے ہے۔ اور اس کی نظر کن خطرات و خدشات پر ٹھہری ہوئی ہے۔

ولی خان کی سیاسی اہمیت اور قومی رہنما ہونے کی حیثیت سے اگر قومی امور پر ان سے تبادلۂ خیال کر لیا جاتا ہے تو اس میں کونسا آسمان ٹوٹ پڑتا ہے۔ وہ فی الحال کسی جماعت کے رکن نہ سہی پاکستان قومی اتحاد کا سربراہ انہیں ایک مبصر کی حیثیت سے اجلاس میں شرکت کی دعوت دے سکتا ہے۔ یہ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو ہم یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ملک و قوم کے لیے وسیع تر بنیادوں پر کھلے دل و دماغ سے سوچنا چاہیے اور دوسری طرف اہم سیاسی امور اور قومی اہمیت کے حامل مسائل پر مسلّمہ قومی رہنماؤں



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۵۱

جمعۃ المبارک ۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
سہ ماہی ۱۱/۵۰ روپے

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

پریمئر پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

سے تبادلۂ خیال کرنے سے کتراتے ہیں اور دوراز کار منطقی نکتوں کے ذریعہ قوم کو نئی نئی بحثوں اور جھگڑوں میں الجھاتے رہتے ہیں۔

ہم ان محب وطن قومی راہنماؤں سے دردمندانہ گذارش کریں گے کہ وہ اس نازک مرحلے پر قوم کو کسی نئی بحث میں الجھانے سے گریز کرتے ہوئے سر جوڑ کر بیٹھیں اور اہم سیاسی امور پر تبادلۂ خیال کریں۔ ولی خان کے علاوہ اگر کسی اور شخصیت کو بھی اس مقصدِ عظیم کے لیے جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دینی پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ کیونکہ مقصد تو اہم قومی اور ملکی مسائل کا حل کرنا ہے۔

اور پھر خان عبدالولی خان خود بھی اہم ملکی مسائل کے حل کے لیے چاروں صوبوں کے مسلمہ رہنماؤں کی گول میز کانفرنس بلانے کا اظہار کر چکے ہیں۔ اس پر بھی بعض کرم فرماؤں اور حب الوطنی کے دیرینہ اجارہ داروں نے صوبائی عصبیت کے جراثیم تلاش کر لیے ہیں۔ اگر ولی خان کو پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل میں شرکت کا موقع ملے گا تو وہ بتا سکتے ہیں کہ گول میز کانفرنس کے انعقاد سے ان کا کیا مقصد ہے اور وہ کونسی ایسی تجاویز ہیں جو وہ گول میز کانفرنس میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اس طرح سے ان رہنماؤں کو ان تجاویز پر باہمی اظہار خیال کا موقع ملے گا۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کے بعد کسی گول میز کانفرنس کے انعقاد کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔ کیونکہ پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا اجلاس تو قومی سطح کا اجلاس ہوتا ہے، مگر اس میں تقریباً تمام صوبوں سے تعلق رکھنے والے رہنما شریک ہوتے ہیں۔ ان رہنماؤں کی حیثیت صوبائی بھی ہوتی ہے اور قومی بھی۔ ہر رہنما اپنے اپنے صوبے کے مسائل [illegible] قومی سطح کے اجلاس میں پیش کر سکتا ہے اور اس کا حل وہیں پر فراخ دلی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان اجارہ داران حب الوطنی کے معینہ خدمات کی بیخ کنی کی بھی راہ نکل آئے گی جن کا نکتہ نظر ہی تنقید و تخریب ہے۔

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود کا خان عبدالولی خان کو قومی اتحاد کی جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دینا نہ صرف قومی تقاضوں اور حب الوطنی کے عین مطابق ہے، بلکہ دوراندیشی اور سیاسی تدبر کا بھی غماز ہے۔

کرکٹ میچ اور ہنگامہ

پاکستان اور انگلینڈ کے درمیان کرکٹ میچ کے دوران کرکٹ میچ کے آخری مرحلے پر جو کچھ ہوا بلکہ صحیح تر الفاظ میں جو کچھ کیا گیا وہ جہاں افسوسناک اور قابلِ مذمت ہے وہاں ایک سوچے سمجھے منصوبہ اور سازش کا غماز بھی ہے۔

پیپلز پارٹی کی قائمقام چیئرمین بیگم نصرت بھٹو اور ان کی "ہونہار" صاحبزادی مس آنسہ بے نظیر بھٹو ایک طے شدہ پروگرام کے تحت کرکٹ میچ دیکھنے کے لیے گئیں۔ اور یہ کھڑاگ رچایا۔

اس تمام کھڑاگ کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بین الاقوامی دنیا کو اپنی نام نہاد مظلومیت کی طرف متوجہ کر کے ملک کو بدنام کرنے کی سعی کی جائے اور اس طرح سے ملک اور قوم کی رہی سہی ساکھ کو بھی نقصان پہونچایا جائے۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ بھٹو فیملی اس ملک کو اپنی جاگیر اور اس قوم کو اپنی زر خرید لونڈی سمجھتا رہا ہے۔ یہ خاندان جب تک اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان رہا اس نے ملک کو لوٹا اور قوم کو بین الاقوامی سطح پر ذلیل و رسوا کیا اور جب قوم نے تاریخ ساز جدوجہد کر کے اس خاندان کو ثریا سے ثری پر دے مارا۔ تو اب یہ خاندان اس بہادر قوم سے انتقام لینا چاہتا ہے۔

ورنہ یہ بات کم از کم ہمارے لیے تو ناقابلِ فہم ہے کہ بیگم بھٹو کے شوہر "نامدار"، تو قتل کے مقدمے کی پیشیاں بھگت رہے ہوں اور بیگم صاحبہ اپنی جواں سال بیٹی کے ہمراہ کرکٹ میچ سے لطف اندوز ہونے کے لیے جا رہی ہوں۔ کس قدر مضحکہ خیز حرکت ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو تو اپنے تاریک مستقبل کے خوف سے عوارض و امراض میں مبتلا ہوں اور ان کی اہلیہ اور بیٹی تفریح طبع کے اہتمام میں مشغول ہوں۔ ان تمام حقائق سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہ اصل میں تفریح طبع کا سامان نہیں کیا جا رہا تھا، بلکہ قوم اور ملک کو ایک نئے انتشار اور ہنگامے کے حوالے کیے جانے کی سعی لاحاصل کی جا رہی تھی۔ رہا بیگم بھٹو کے سر پر چوٹ لگنا تو ہم خدا گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے کوئی مسرت حاصل نہیں ہوئی، لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ بیگم بھٹو کو ان مظالم کی طرف ضرور پلٹ کر دیکھنا چاہیے جو ان کے شوہر نے قوم کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں پر کیے تھے۔ ۹ اپریل کو جو کچھ ان کے شوہر نے قوم کی ان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ سلوک کیا وہ کوئی قصۂ پارینہ نہیں، نزدیک ہی کی بات ہے۔ اگر بیگم بھٹو کو اور سب کچھ بھول گیا ہے تو اپنے زخم سہلاتے وقت رابعہ قاری اور حیدرآباد کی سعیدہ شہیدہ کی موت ضرور سامنے رکھنی چاہیے۔

محمد زاھد بلند شہری

اصغر خان اپنے آپکو قومی اتحاد کی قیادت کا اہل ثابت کروانے کے لئے آخری وقت تک کوشش کرتے رہے

اتحاد کے پارلیمانی لیڈر اور شیڈو کابینہ کی قبل از وقت تشکیل اتحاد کے حق میں نہ تھی

روزنامہ نوائے وقت لاہور کی ۱۰ دسمبر کی اشاعت میں شائع ہونے والی ملتان کی ڈائری کا جواب

روزنامہ نوائے وقت لاہور کی ۱۰ دسمبر کی اشاعت میں "ملتان کی ڈائری" کے تحت (ریاض پرویز) نمائندہ خصوصی نوائے وقت نے اصغر خان قومی اتحاد مفتی محمود اور دیگر افراد یا تنظیموں کے متعلق اپنے طور پر جو حقائق پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس میں حقیقت کم اور افسانہ زیادہ ہے۔

انہوں نے مضمون کے ابتداء میں لکھا ہے "مولانا مفتی محمود کے مطابق ایئر مارشل اصغر خان خود لیڈر شپ کے امیدوار نہیں تھے۔" مفتی صاحب کا یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کیونکہ اصغر خان ذاتی طور پر اپنے آپ کو امیدوار برائے لیڈر شپ پیش نہیں کرتے تھے بلکہ دوسروں کے ذریعے اپنے آپ کو اس بات کا اہل ثابت کروانے اور امیدوار کی حیثیت سے پیش کرنے کی آخر وقت تک کوشش کرتے رہے

حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان قومی اتحاد جب تشکیل دیا گیا تو عہدوں کا مسئلہ سامنے آیا۔ اس موقع پر بعض افراد کی طرف سے اصغر خان کو پی این اے کی صدارت کے لئے نامزد کیا گیا تھا۔ کثرت رائے سے مولانا مفتی محمود صاحب پی این اے کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۴ اکتوبر کو اصغر خان کی یہ تجویز کہ قومی اتحاد کا لیڈر منتخب کر لیا جائے اور شیڈو کابینہ بنالی جائے۔ اگر قومی اتحاد متفقہ طور پر اصغر خان کی اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے فوری طور پر اتحاد کا پارلیمانی لیڈر اور شیڈو کابینہ کی تشکیل عمل میں لے آتا تو یہ بات یقینی تھی کہ اس سے عوام کو غلط تاثر ملتا کہ اتحاد نے حالیہ تحریک حصول اقتدار کے لئے چلائی تھی نہ کہ غاصب و آمر کو ختم کرنے اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے۔

میرے خیال میں اصغر خان جو کہ پہلے ہی سے کہتے تھے کہ وہ انتخابات کے بعد تحریک استقلال کی اتحاد سے وابستگی کے بارے میں سوچیں گے اپنی اسی بات کو پکا کرنے اور عملی جامہ پہنانے کے لئے قوم کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے رہے کہ اتحاد کے لیڈر کرسیوں کی خاطر قوم کو مروا رہے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہوتا کہ اتحاد کے لیڈر قبل از وقت شیڈو کابینہ کی تشکیل میں لگ گئے ہیں جبکہ دوسری جماعتیں اور ان کے مقتدر لیڈر بار بار یہ کہتے رہے کہ ہم نظام مصطفےٰ کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کرسیوں کے لئے نہیں اور مولانا مفتی محمود پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے رہے۔ مولٰنا مفتی محمود پر اعتماد کا اظہار کرنے والوں میں خود اصغر خان بھی شامل ہیں۔ سمجھ نہیں آتا کہ اتحاد کی قیادت پر اعتماد کا اظہار بھی کر رہے ہیں اور اتحاد کے پارلیمانی لیڈر کے انتخاب پر بھی زور بھی دے رہے ہیں۔ آخر کیوں؟

قومی اتحاد میں شامل لیڈروں کی اکثریت کا یہ کہنا کہ "اصغر خان سیاست کے کوچے میں نووارد ہیں" کسی طرح غلط نہیں۔ اصغر خان نے میدان سیاست میں قدم رکھتے ہی یکے بعد دیگرے تین سیاسی تنظیمیں بنائیں اور توڑیں اور آخر کار سیاست سے ریٹائر ہو کر سماجی بھلائی کی تنظیم بقول اصغر خان کے غیر سیاسی، تحریک استقلال بنائی۔ جسکا سیاست سے کوئی واسطہ نہیں تھا، مگر سیاسی چسکا جب پڑا تو تحریک استقلال کو چوری چھپے آہستہ آہستہ سیاست میں گھسیٹ لائے۔ اس سے قبل اصغر خان نے ایئر مارشل کے عہدے سے ریٹائر ہوتے ہی سیاسی دنیا میں آنکھ کھول لی کوچہ سیاست میں قدم رکھنے سے پہلے وہ صرف ایک فوجی آدمی تھے جبکہ پاکستانی قوم اتحاد میں شامل دوسرے لیڈر قریبًا تیس، پینتیس اور چالیس سال پرانے سیاست داں ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے بذات خود انگریز سے ٹکر لی۔

اصغر خان ایوب خان کے آخری دور میں سیاست میں آئے تھے اس وقت وہ سیاسی سوجھ بوجھ کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ اصغر خان میں وہ سیاسی سوجھ بوجھ اب بھی نہیں ہے جو ہونی چاہئے تھی۔ ان کا [illegible] ذہن "[illegible]" اب بھی کام کر رہا ہے اور [illegible] کرنے کے عادی ہیں۔ بات [illegible] سے تولے بغیر [illegible] دیتے ہیں خواہ اس [illegible] کیوں نہ ہو جبکہ [illegible] اوّل کے کسی قومی [illegible]

[illegible]

اتحاد میں اصغر خان کی شمولیت تحریک استقلال کے لئے نشستوں کا کوٹہ مقرر کرنے پر ہوئی تھی

کہ تحریک استقلال کی انفرادی حیثیت پاکستان کے کسی صوبے میں اتنی نہیں کہ وہ کم از کم چند سیٹیں ہی لے سکے۔ پنجاب اور سندھ میں چند سرکردہ افراد کے علاوہ دور کوئی شخص آپ کو تحریک استقلال سے وابستہ نظر نہیں آئیگا بس یوں سمجھئے کہ اخباروں اور کاغذی کارروائی کی حد تک ہے سرحد اور بلوچستان میں تحریک استقلال کو عوام جانتے تک نہیں اگر ایبٹ آباد یا ہزارہ کے دوسرے حصوں میں کچھ لوگ اسے جانتے بھی تھے تو اب انہوں نے بھی تحریک چھوڑ دی کیونکہ وہاں کے سرکردہ لیڈر گوہر ایوب تحریک چھوڑ چکے ہیں۔ اب وہاں بھی ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔

اب ایک عام فہم آدمی خود سوچے کہ اصغر خان سیاسی طور سے اتحاد کے دوسرے لیڈروں کے ہم پلہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ اصغر خان نے اتحاد میں شامل ہونے کے لئے تحریک کے لئے نشستیں مخصوص کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور یہ مطالبہ صرف اس وقت جائز ہوتا جب عوام میں تحریک کی مقبولیت ہوتی مگر عوام میں تو تحریک کو کوئی جانتا ہی نہیں تھا جبکہ اتحاد میں شامل جماعتوں کو اس بنیاد پر نشستیں تقسیم ہونا تھیں کہ جس حلقے میں جس جماعت کی مقبولیت زیادہ ہے یا وہاں ان کا کوئی فعال آدمی ہو تو اس حلقہ کا ٹکٹ اس جماعت کو دی جائے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اتحاد کے لیڈروں نے اصغر خان کی بے جا ہٹ دھرمی مانتے ہوئے انہیں ان کی حیثیت سے زیادہ سیٹیں الاٹ کیں مگر جب ٹکٹیں الاٹ ہو گئیں تو اصغر خان کو ٹکٹ دینے کے لئے آدمی نہیں ملتے تھے!

اس وقت بگڑتی ہوئی سیاسی صورت حال عام انتخابات کے قرب اور بھٹو صاحب کی آمرانہ غیر جمہوری غیر اسلامی حکومت کا تقاضا یہی تھا کہ اس وقت ملک میں موجود تمام سیاسی جماعتیں (اگر وہ حقیقت میں اسلام دوست اور اسلام کے بارے میں مخلص ہیں) ایک پلیٹ فارم پر (ذاتی مفاد سے ہٹ کر) یونین قائم کریں۔ گو کہ اتحاد بن گیا مگر اصغر خان کی شمولیت حقیقت میں اسی شرط پر ہوئی کہ ہمارے مطالبہ کے مطابق نشستیں دی جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصغر خان اس وقت وقت کی نزاکت اور ملک بچاؤ تدابیر کی بجائے اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کی خاطر اتحاد میں آئے تھے۔ ان کے نزدیک ملک، جمہوریت، اسلام اور شہری آزادیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، اور اگر یہ مذکورہ چیزیں ان کے نزدیک اہمیت رکھتیں تو میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اتحاد میں آنے کے لئے سیٹوں کے مخصوص کرنے کی شرط ہرگز نہ لگاتے۔

مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ نوابزادہ صاحب نے اپنے پارٹی کارکنوں سے یہ کہا ہے کہ وہ (اصغر خان) اتحاد میں آنے کی قیمت وصول کر رہے ہیں کیونکہ بعض باتیں سیاست دانوں سے غلط طور سے بلا سند منسوب کر دی جاتی ہیں۔ سُنی سنائی باتوں کو قلم کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور یوں خالی الذہن لوگ اپنے ذہنوں کو ان غلط فہمیوں سے پُر کر لیتے ہیں۔ البتہ میری ذاتی رائے ہے کہ اس تجربے کے بعد ہر ذی شعور فرد یہ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اصغر خان نے نشستوں کا کوٹہ (ضرورت سے زیادہ) مختص کروا کر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ اتحاد میں آنے کی قیمت بلا واسطہ وصول کر رہے ہیں۔

جہاں تک تحریک استقلال کے کارکنوں کا یہ کہنا کہ تحریک استقلال ملک کی واحد جماعت ہے جس نے کبھی پیپلز پارٹی سے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔ بجا طور پر درست ہے۔ مگر کیا آپ نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت فرمائی ہے کہ تحریک استقلال بھٹو کے دور میں صرف اپنے نام کے لیٹر ہیڈ کی حد تک جماعت تھی۔ مسٹر بھٹو ایسی کاغذی جماعت سے معاہدہ کر کے کیا کرتے۔ مسٹر بھٹو کو ایسی کاغذی جماعت سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ کہنے کی بات تو یہ ہے کہ تحریک اس وقت قیوم خان کی نام نہاد مسلم لیگ سے گری ہوئی جماعت تھی۔ سرحد اسمبلی میں قیوم لیگ کے گیارہ رکن تھے جبکہ تحریک کا بھٹو کے دور میں حقیقی طور سے کوئی بھی صوبائی یا قومی اسمبلی کا رکن نہ تھا۔

قوم کی آئینی خدمت اور قوم کے لئے آئینی جنگ تو قومی اتحاد کے دوسرے لیڈر اسمبلی پارلیمنٹ اور کھلے میدانوں میں لڑتے رہے ہیں۔ ان کو متعدد مرتبہ اسمبلی سے باہر بھی پھینکا گیا۔ انہوں نے عوام کے حقوق آزادی رائے اور عدلیہ کی خاطر کیا کیا ظلم اور مصیبتیں نہ جھیلیں۔ صحیح معنوں میں قوم کی خدمت تو اس وقت کے متحدہ محاذ کے راہنماؤں نے کی تھی۔ اس وقت متحدہ محاذ کے لیڈر اصغر خان کو ساتھ ملانے کی کوشش بھی کرتے تھے مگر اصغر خان اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے متحدہ محاذ کے راہنماؤں کو برا بھلا کہتے رہے۔

یہ بات بالکل غلط ہے کہ قومی اتحاد کے لیڈروں کی خواہش تھی کہ تحریک استقلال قومی اتحاد سے نکل جائے اور اس کا ڈس کریڈٹ بھی تحریک کو ہی ملے۔ اس بات کی تردید اتحاد کے دوسرے لیڈر کر چکے ہیں۔ بالفرض اتحاد کے لیڈر تحریک استقلال کو نکالنا چاہتے تھے تو میں پوچھتا ہوں کہ تحریک کو اتحاد میں شامل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تحریک استقلال کے علیحدگی کے آخری موقع پر بھی اتحاد کے لیڈر نہیں چاہتے تھے کہ تحریک اتحاد سے علیحدہ ہو۔ چنانچہ چوہدری ظہور الٰہی اصغر خان سے راولپنڈی میں علیحدگی کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لئے آخری وقت ملے تھے۔ مگر ناکام رہے۔

لندن میں جب مولانا مفتی محمود سے تحریک کی علیحدگی کی خبروں کے بارے میں پوچھا گیا تو مفتی صاحب نے اخبار نویسوں کو یہی جواب دیا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ تحریک استقلال اتحاد سے علیحدہ نہیں ہوگی۔

بلکہ تحریک استقلال کے صوبائی اور مرکزی سطح کے متعدد لیڈر تحریک کی اتحاد سے علیحدگی کے حق میں نہ تھے۔ ان لوگوں میں گوہر ایوب اور علامہ احسان الٰہی ظہیر پیش پیش تھے۔

یہاں صاحب مضمون جناب ریاض صاحب کا یہ نقطہ بھی میری عقل اور سمجھ سے باہر ہے کہ "تحریک کے سربراہ کو امید تھی کہ پیپلز پارٹی کے جو دو متحارب گروپ بن گئے ان میں سے جو گروپ بھی اپنی پارٹی چھوڑے گا دوسری سیاسی پارٹیاں اسے قبول نہیں کریں گی، اس لئے تحریک استقلال میں ان کی شمولیت لازمی ہوگی۔ چنانچہ ایئر مارشل اصغر خان نے قومی اتحاد سے علیحدگی کا اعلان کیا۔ یہ فیصلہ فوری طور پر تو تحریک کے خلاف عوامی غصہ و اشتعال بنا ہے۔ تاہم ہو سکتا ہے کہ ملک میں جب سیاسی سرگرمیاں بحال ہوں تو شاید یہ بات تحریک کے لئے سودمند ثابت رہے۔

اصغر خان جس شخص اور پارٹی کو برا بھلا کہتے رہے ہیں پاکستان توڑنے کا ذمہ دار چور بازاری رشوت اور بدعنوانیوں میں ملوث کہتے رہے ہوں۔ اس پارٹی کو چھوڑنے والوں کو کس منہ سے وہ تحریک میں لیں گے اور وہ کیوں کر ان کی جماعت کے لئے سودمند ثابت ہوں گے۔ جب قوم کے سامنے پی پی پی اور اس کے تمام سرکردہ عناصر کھلی کتاب کی طرح واضح ہیں۔ ان کا کردار اور اعمال عوام تک پہنچ چکے ہیں۔ بعض کے خلاف مقدمات زیر سماعت ہیں اور بعض کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے۔ ایسے بدعنوان افراد کو وہ لے کر کیا ان کی بداعمالیوں پر درست ہونے کی مہر ثابت کرنا چاہتے ہیں یا بالواسطہ پی پی کی جانشانی کا حق ادا کرنے کی سعی فرما رہے ہیں۔ اور اگر مسٹر اصغر خان یہ کہیں کہ وہ پی پی کے صاف ستھرے کردار کے مالک کارکن کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں تو یہ بات کسی طرح صحیح نہیں کہ پی پی میں دس فی صد بھی درست آدمی ہوں گے کیونکہ مسٹر بھٹو کے آخری پانچویں سال میں پی پی کا ہر ادنیٰ سے ادنیٰ کارکن بھی بدعنوانی میں کسی نہ کسی طرح ہاتھ رنگ چکا ہے۔

اگر تحریک استقلال کے اصغر خان اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پی پی کے سیاہ کردار کے مالک پارٹی چھوڑنے والے کارکنوں کو بھی لیں گے تو مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ تحریک استقلال کو کسی بھی شعبے میں فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ تحریک استقلال کو بھی یہ لوگ سیاسی میدان میں داغدار کر دیں گے۔ ایسے لوگوں سے کسی اچھے کام کی توقع رکھنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

مضمون نگار نے سرحد اور بلوچستان کے ذکر میں مسلم لیگ اور این ڈی پی کے سرحد بلوچستان میں نشستوں کے تصفیے کے بارے میں جمعیۃ علماء اسلام کے "قریبی حلقوں" کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ "نئے تصفیے سے پہلے جمعیۃ علماء اسلام کو اعتماد میں نہیں لیا گیا" حالانکہ صاحب مضمون نے ان حلقوں کی وضاحت نہیں کی وہ حلقے کون سے ہیں جبکہ مولانا مفتی محمود ایک اخباری بیان میں اس تصفیے کی تردید کر چکے ہیں۔

دراصل یہ خبر خبر نہیں تھی بلکہ این۔ ڈی۔ پی اور جمعیۃ علماء اسلام کے روابط توڑنے کے لئے چلائی گئی مہم کا ایک حصہ تھی۔ اس مہم میں سامراجی صحافی اور صحافت پیش پیش ہے۔

بقیہ اگلے شمارے میں

تیل برار ملک اور افراطِ زر

عنایت اللہ

تیل برار ملکوں کے سربراہوں کی کراکس کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آرہی ہے خود تیل برار ملکوں اور مغربی ملکوں اور تیل برار ملکوں کے اختلافات زیادہ کھل کر سامنے آرہے ہیں۔ یہ اختلافات تیل کی قیمتوں میں متوقع اضافہ کے سوال پر پیدا ہوئے ہیں۔

اس سلسلے میں تیل بردار ملکوں کا مؤقف یہ ہے کہ مغربی اجارہ داریاں ترقی پذیر ملکوں کو برآمد کی جانے والی مصنوعات کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کر رہی ہیں جس سے تیل برار کی تیل کی آمدنی کی قوتِ خرید گھٹ جاتی ہے۔

اس کے جواب میں مغربی ملک تیل برار ملکوں پر یکطرفہ فیصلہ کرنے اور اس طرح دُنیا کو توانائی کے بحران کے دہانے پر لا کھڑا کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اور تیل کی قیمتوں میں اضافے سے افراطِ زر کی صورتِ حال شدید ہو گئی ہے اور اس سے امریکہ، مغربی یورپ اور جاپان میں بے روزگاری بڑھ گئی ہے اور سماجی تضادات شدید ہو گئے ہیں۔ صدر کارٹر سمیت شمالی امریکہ کے متعدد سیاست دان بار بار کہہ رہے ہیں کہ امریکہ کی بیرونی تجارت میں خسارے کا سب سے بڑا سبب تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ مغربی ملکوں کی جانب سے اپنے "مفادات" کے تحفظ کے لئے مسلح مداخلت کی دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں۔ غرض اس طرح اپنی قومی ترقی کے لیئے اپنے قدرتی وسائل پر اقتدارِ اعلیٰ قائم کرنے کا حق استعمال کرنے کی تیل برابر ملک جو کوشش کر رہے ہیں اسے چیلنج کیا جا رہا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تیل برار ملکوں کے خلاف لگائے جانے والے تمام الزامات بے بنیاد ہیں۔ اس کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ گذشتہ پندرہ ماہ کے دوران میں تیل برابر ملکوں نے تیل کی قیمتوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا لیکن اس کے باوجود مغربی ملکوں کی مصنوعات میں دس فی صد اضافہ ہو گیا ہے اس طرح دیکھا جائے تو ترقی پذیر ملک تیل اور دیگر خام اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کر کے اپنی مالی حالت کو بہتر بنانے کی جو کوششیں کر رہے ہیں انہیں افراط زر اور دیگر مالیاتی ترکیبوں کے ذریعے بے اثر بنایا جاتا ہے۔

افراطِ زر کی بگڑتی ہوئی صورت حال کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کا سب سے بڑا سبب فوجی اخراجات ہیں جن کی وجہ سے مغربی ممالک اور ان کے حلیف اپنے وسائل کا بیشتر حصہ غیر پیداواری سرگرمیوں

ملکی وسائل کو منصوبہ بندی کے ذریعے حل کرنے سے
مہنگائی کم ہوسکتی ہے،

پر خرچ ہو جاتا ہے اور اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے یہ حکومتیں خسارے کا بجٹ تیار کرتی ہیں اور جتنا کچھ وہ کماتی ہیں اس سے زیادہ خرچ کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر دوسری عالمی جنگ کے بعد سے امریکہ کی حکومتیں ہر سال خسارے کا بجٹ بناتی ہیں اور اس طرح اسلحہ کی دوڑ شروع کر رکھی ہے جس کے نتیجے میں امریکہ کے اتحادی دوسرے ملک بھی اسلحہ کی اس دوڑ میں پھنس گئے ہیں اور اس طرح یہ ممالک افراطِ زر کی زد میں آ گئے ہیں۔

ایک طویل عرصے تک امریکہ اور مغربی ملکوں نے ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ غیر مساویانہ تجارت کے ذریعے یعنی اپنی مصنوعات کی قیمتوں کو بڑھا کر اور ترقی پذیر ملکوں کے خام مال کی قیمتوں کو گھٹا کر افراطِ زر پر قابو پائے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تیل برآمد اور دیگر ترقی پذیر ملک اپنے قدرتی وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی کی مساویانہ تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں مغربی ملک اس مطالبے کو افراطِ زر کا سبب قرار دیتے ہیں۔

افراطِ زر کے سلسلے میں سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ملکوں کی جانب دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سوویت یونین کے قیام کے ساٹھ سال کے طویل عرصے میں سوائے چند موقعوں کے یعنی خانہ جنگی، غیر ملکی فوجی مداخلت، دوسری عالمی جنگ اور جنگ زدہ معیشت کی بحالی کے دنوں کے سوا کبھی خسارے کا بجٹ نہیں بنایا گیا اور آمدنی سے زیادہ خرچ نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ سے افراط زر پیدا نہیں ہوا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ مغربی ملکوں میں اسلحہ کی دوڑ کی وجہ سے سوویت یونین کو بھی اپنے وسائل کا ایک حصہ جسے وہ قومی ترقی پر خرچ کر سکتا تھا ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔ ملک میں عوام کا معیارِ زندگی مسلسل بڑھ رہا ہے اور آج وہاں قیمتیں پچیس سال پہلے کی نسبت ایک چوتھائی کم ہیں۔ یہ دراصل ملک کے وسائل کو منصوبہ بندی کے ذریعہ حقیقت پسندانہ طور پر استعمال کرنے کا نتیجہ ہے۔

الغرض اگر مغربی دنیا کو اور خود ترقی پذیر ملکوں کو افراطِ زر سے نجات حاصل کرنی ہے تو انہیں فوجی اخراجات اور اسلحہ کی دوڑ میں کمی کرنی ہوگی۔



کراچی کے احباب کا مخلصانہ تعاون

— زاہد الراشدی

راقم الحروف کو یکم نومبر سے ۴ نومبر تک اور ۸ دسمبر سے ۱۵ دسمبر تک کراچی کے مختلف علاقوں کا تنظیمی دورہ کرنے اور جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیمی صورت حال کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔

اس دوران لیاقت آباد، فیڈرل بی ایریا، ناظم آباد، شیر شاہ کالونی، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن، بہار کالونی، کلری، کیماڑی، کورنگی، لانڈھی، ظفر آباد کالونی، فیوچر کالونی، ڈرگ کالونی، نیو ٹاؤن، دہلی مرکنٹائل سوسائٹی، اختر کالونی، محمود آباد، کھوکھراپار، کھڈہ اور دیگر علاقوں میں جماعتی رہنماؤں اور کارکنوں سے تفصیل کے ساتھ جماعتی امور پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ بالخصوص حضرت مولانا غلام صمدانی صاحب، مولانا محمد ذکریا صاحب، مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب، ڈاکٹر احمد حسین کمال صاحب، صوفی عبد الحنان صاحب، مولانا عبد الرزاق عزیز، ڈاکٹر محمد شریف صاحب، مولانا قاری شیر افضل صاحب، مولانا قاضی قطب الدین صاحب، مولانا خان محمد صاحب، مولانا عفت ولی صاحب، مولانا حسن المآب شاہ صاحب، حاجی میر نور محمد صاحب، سید عمران شاد صاحب، مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب، حاجی محمد حسین صاحب کاپڑیا، مولانا عبد الرؤف صاحب، مولانا محمد یوسف گلفام صاحب اور دیگر جماعتی احباب کے ساتھ مفصل گفتگو ہوئی۔

اس کے علاوہ مجلس تحفظ حقوق اہل السنۃ کے زیر اہتمام ڈرگ کالونی میں منعقد ہونے والی خلافت راشدہ کانفرنس اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یاد میں منعقد ہونے والی مختلف تقریبات کے ساتھ علامہ عثمانیؒ کے مزار پر حاضری اور فاتحہ خوانی کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی سے بھی ملاقات اور اہم امور پر مفید مشاورت ہوئی۔

کراچی کے تنظیمی مسائل کے سلسلے میں اپنی رپورٹ قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس بارے میں ان کی رہنمائی کراچی میں جمعیۃ کی ترقی و استحکام کی بنیاد ثابت ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس موقع پر میں کراچی کے دورہ کی کامیابی کے سلسلہ میں کراچی کے تینوں اضلاع کے ذمہ دار جماعتی بزرگوں اور احباب کے مخلصانہ تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بالخصوص جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے ناظم مولانا عبد الرزاق عزیز اور ان کے ہلکے پھلکے موٹر سائیکل کا شکر گزار ہوں کہ ان کے ایثار اور مسلسل تعاون کے باعث میرے لئے کراچی کے مختلف حصوں میں جماعتی احباب سے ملاقاتوں میں آسانی رہی۔

مجھے امید ہے کہ کراچی کے جماعتی بزرگ اور احباب حالات کے تقاضوں اور ضروریات کا احساس کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کو ایک مضبوط اور مستحکم سیاسی جماعت بنانے میں کسی ایثار اور جدوجہد سے گریز نہیں فرمائیں گے۔

از: حضرت مولانا محمد میاں صدیقی

امیرالمومنین سیدنا حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ

بہت سے تذکرہ نگاروں نے ان عنوانات پر مستقل باب باندھے ہیں اور حضرت عمرؓ کی تواضع، انکسار، زہد تقویٰ اور حلم بردباری کے بے شمار واقعات نقل کئے ہیں جو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کئے جا سکتے مگر دو ایک واقعات کا ذکر ناگزیر ہے جس سے ان کی شخصیت کی عظمت و رفعت کے کئی پہلو سامنے آجائیں گے۔ ان کی زندگی کا ایک رخ جہاں یہ تھا کہ روم و شام جیسی سلطنتوں پر لشکر کشی ہو رہی ہے۔ قیصر و کسریٰ کے سفیر دربار میں پیش ہیں، خالد بن ولید جیسے سپہ سالار سے اسلام کی برطرفی کے احکام جاری ہوتے ہیں جس نے طاغوتی طاقتوں کی صفیں الٹ کر رکھ دی تھیں اور جس کی فوجی صلاحیتوں نے مشرق و مغرب میں تہلکہ بپا کر دیا تھا۔ امیر معاویہ رضؓ سے باز پرس ہو رہی ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ، عمرو بن عاص رضؓ اور ابو موسیٰ اشعری کے نام احکام جاری ہو رہے ہیں وہاں دوسرا رخ یہ بھی تھا کہ کرتا میں بارہ پیوند لگے ہیں۔ سر پر بوسیدہ عمامہ ہے۔ پاؤں میں ٹوٹی ہوئی جوتیاں ہیں اور کبھی اس حالت میں کاندھے پر مشک ہے کہ کسی بیوہ کے گھر پانی پہنچا تا ہے۔

یا کسی مسجد میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے ہیں کہ فرائضِ امارت کی انجام دہی نے نڈھال کر دیا ہے۔

مکہؓ سے مدینہ کا سفر درپیش ہے مگر ساتھ نہ کوئی خیمہ ہے نہ شامیانہ کوئی درخت نظر آیا تو اس پر چادر ڈال کر سایہ کیا اور محو استراحت ہو گئے، بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ہے تو خود حیران و پریشان پھر رہے ہیں۔ کسی نے عرض کیا۔ "امیرالمومنین! آپ کیوں اتنی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ کسی غلام کو حکم دیجئے وہ ڈھونڈ لائے گا۔" فرمایا

"مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟ تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔"

("الفاروق" ص ۱۰۶)

عمر فاروقؓ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے، کہنے لگے

"امیرالمومنین! ہم نے آپ سے زیادہ عادل، منصف، حق گو اور منافقین کے مقابلہ میں سخت گیر آدمی نہیں دیکھا اور نبی کریم علیہ السلام کے بعد آپ سب سے بہتر اور افضل ہیں۔"

عوف بن مالک رضؓ بھی شریک مجلس تھے۔ بولے تم لوگوں نے جھوٹ کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمرؓ سے زیادہ بہتر اور افضل آدمی کو دیکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "اے عوف! وہ کون ہے؟" عوف نے جواب دیا۔ ابوبکر صدیق رضؓ۔ عمر فاروق رضؓ کہتے ہیں "عوف تو نے سچ بولا اور ان لوگوں نے جھوٹ کہا" تحقیق جب ابوبکر رضؓ مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ لطیف اور پاکیزہ تھے اس وقت میں اپنے باپ کے اونٹوں سے بھی زیادہ گمراہ اور بے راہ رو تھا۔" ("عمر بن الخطاب" لابن جوزی ص ۱۴۹)، اس بات سے حضرت عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو چکے تھے اور میں کفر کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔

ایک بار حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا۔

"اے ابن خطاب! آپ ہم کو نہ کچھ مال و منال دیتے ہیں اور نہ ہم میں پوری طرح عدل و انصاف کرتے ہیں۔"

یہ بات سن کر حضرت عمرؓ کے چہرہ پر شدید ناگواری کے آثار ابھرے اور کیوں نہ ابھرتے کہ یہ ان کی ذات اور کردار پر ایک بہتان تھا۔ قریب تھا کہ حضرت عمرؓ اس شخص کو مارنے کے لئے اٹھتے معاً حر بن قیسؓ بولے "امیرالمومنین! اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین۔ اور یہ شخص بھی جاہلین میں سے ہے۔"

حر بن قیسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ آیت سنتے ہی عمر فاروقؓ خاموش ہو گئے اور آپ نے اس شخص سے درگذر کیا حالانکہ آپ کتاب اللہ کو اور اس آیت کے محل کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔

ایک بار صحابہ رضؓ کے مجمع [illegible] تھے

آپ کی علمی قابلیت کی وجہ سے قریش نے آپ کو سفارت کا منصب سونپا تھا

دفعتہً اٹھے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ صحابہ نے سمجھا کہ شاید امیرالمومنین کے ذہن میں کوئی اہم مسئلہ آگیا ہے اور اس کے اعلان و اظہار کے لئے اٹھے ہیں، مگر عمر فاروقؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا

"لوگو! ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ میں اتنا نادار تھا کہ لوگوں کو پانی بھر کر لا دیا کرتا تھا۔ وہ اس صلے میں مجھ کو کھجوریں دے دیا کرتے اور میں کھا کر گزر بسر کر لیتا۔"

یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ منبر پر کہنے کی کون سی بات تھی۔ آپؓ نے فرمایا! میں نے سوچا کہیں دل و دماغ پر غرور حکومت کی پرچھائیں نہ پڑ جائے تو اصلاح نفس کی خاطر بر سر منبر یہ بات کہی۔

رعب و دبدبہ:

کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے:

"جس راستے سے عمرؓ چلتے ہیں اس راستے سے شیطان نہیں گزرتا۔ فقیہہ امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ:

"ہمارے دلوں میں حضرت عمرؓ کی اتنی ہیبت تھی کہ میں بسا اوقات کسی آیت یا حدیث کے متعلق ایک ایک سال سوچتا رہتا تھا کہ آپؓ سے رجوع کر دوں مگر میری ہمت نہ ہوتی تھی۔"

خوفِ خدا:

حضرت عمرؓ فاروق پر اللہ جلّ شانہٗ کا خوف اتنا غالب تھا کہ زمین پر پڑا ہوا تنکا اٹھا لیتے اور کہتے "کاش! میں یہ تنکا ہوتا" کاش میں پیدا

کسی دنیاوی غرض اور ذاتی مخاصمت پر مبنی نہیں تھی مگر اس کے باوجود آپ ہمیشہ اس خیال سے لرزاں رہتے کہ کہیں ناحق کسی پر مواخذہ نہ کر بیٹھوں اور بار بار اپنے ساتھیوں سے کہتے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس آیت وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا" کا مصداق میں نہ بن جاؤں۔

حضرت عمرؓ فاروق صبح کی نماز میں طویل قرأت کرتے اور جب کوئی ترہیب اور عذاب و عقاب کی آیت یا واقعہ گزرتا تو آپؓ کے آنسو جاری ہو جاتے۔ عبداللہ بن شدادؓ کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔ آپ سورہ یوسف پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ، تو اس وقت میں نے آپ کے رونے کی آواز سنی

حضرت عمر فاروقؓ کی شخصیت عاجزی انکسار، تواضع خشیت الٰہی کا مرقع ہے

قدرت کا یہ قانون ہے کہ جو خدا سے ڈرتا ہے مخلوقِ خدا اس سے ڈرتی ہے، جس نے خدا کی غلامی اور نبی علیہ السلام کی اطاعت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا دنیا اس کے قدموں پر جھک گئی، جس نے اپنی پیشانی بصد عجز و نیاز خدا کے حضور میں رکھ دی بڑے بڑے جابروں کی گردنیں اس کے آگے خم ہو گئیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شخصیت کو دیکھئے عاجزی انکسار، تواضع خشیت الٰہی کا مرقع ہے۔ وہ کسی مرحلہ پر شان و شوکت، امیرانہ و حاکمانہ عظمت و جلال کا اظہار کرتے نظر نہیں آئیں گے مگر اس کے باوجود قدرت نے ان کی شخصیت میں ایسی لافانی عظمت اور شوکت و سطوت ودیعت کی تھی کہ مشرق و مغرب میں لوگ عمرؓ کے نام سے کانپتے تھے اور قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں ان کی عظمت و شوکت کے تصور سے لرزہ پڑ جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ کی عظمت و ہیبت کا اس سے بڑھ کر اور

نہ ہوا ہوتا۔ کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔"

ابی سلامہ کہتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ حرم میں کچھ مردوں اور عورتوں کو مار کر ہٹا رہے ہیں۔ وہ سب ایک جگہ وضو کر رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ حوض بنا دیئے جائیں۔" آپ وہاں سے ہٹے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مل گئے۔ آپ ان سے کہنے لگے "علیؓ! میں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا "وہ کیسے؟" آپ بولے "میں نے اللہ کے حرم میں مردوں اور عورتوں کو مارا" حضرت علیؓ نے کہا "امیرالمومنین! آپ تو ملت کے نگہبان ہیں، اگر آپ نے مارا بھی ہے تو نصیحت اور اصلاح کی نیت سے مارا ہے، اگر کسی دنیاوی یا ذاتی غرض کی بنا پر ایسا کرتے تو ظلم ہوتا۔"

لوگوں پر آپ کی سختی اور دار و گیر اگرچہ

حالانکہ میں پچھلی صفوں میں تھا۔

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ "کثرتِ گریہ کی وجہ سے فاروق اعظمؓ کے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھاتے تھے تو آپ پر گریہ اتنا غالب آجاتا تھا کہ میں تیسری صف میں ان کے رونے کی آواز سنتا تھا۔

ابوعثمان مہدیؓ کا بیان ہے کہ "میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا، بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور یہ دعا مانگ رہے ہیں:

اللھم ان کنت کتبتنا عندک فی شقوۃ وذنب فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب فاجعلہا سعادۃ ومغفرۃ۔

جب قیصر و کسریٰ کی حکومتیں مسلمانوں کے

زیر نگیں آگئیں اور وہاں کے خزانے اور سونے چاندی کے انبار مسجد نبوی میں لاکر ڈالے گئے تو امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے ان کو دیکھا۔ سونے اور چاندی پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی تھیں اور اس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی، آپ رونے لگے، لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین! کیا آج بھی حزن و ملال کا دن ہے؟" فرمایا:

"یہ میں بھی جانتا ہوں کہ آج بظاہر حزن و ملال کا دن نہیں ہے بلکہ خوشی اور انبساط کا دن ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی کے فرمودات کو آج پورا کر دیا اور عرب کے نادار اور بے خانماں بدوؤں کو اسلام نے یہ عزت و شرف بخشا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ مگر یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ جس قوم میں دولت کی فراوانی کرتے ہیں اس قوم میں تفرقہ اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور یہی تصور ہے جو مجھ کو رلا رہا ہے۔"

ایثار و قربانی کے عملی مظاہرے:

حضرت عمر فاروق رضؓ کے بارے میں عام تذکرہ نگاروں نے صرف اس پہلو پر زور دیا ہے کہ وہ سخت گیر تھے، قانون اور ضابطے کی پابندی میں کسی رعایت کے روادار نہیں تھے خواہ وہ قانون اور ضابطہ قرآنی ہو یا حکومت کا نافذ کردہ۔ وہ سختی اور تشدد میں امیر و غریب، کم تر و برتر، اپنے اور بیگانے کی تمیز روا نہیں رکھتے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ٹھیک لکھا مگر زیادہ بہتر ہوتا کہ وہ اس پہلو کو بھی اتنی ہی فصاحت اور تفصیل کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرتے کہ عمر رضؓ نے جو کچھ بھی کیا یا کہا پہلے اسے اپنی ذات پر آزمایا کسی سختی اور تشدد سے کبھی اپنی ذات کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ جب ایک روز اپنی عزیز تر بیٹی (ام المومنین) حضرت حفصہ رضؓ سے ملنے گئے تو انہوں نے اپنے باپ کی آمد کی خوشی میں شوربے کی قسم کا کوئی سالن پکایا اور آپؓ کے سامنے لاکر رکھا۔ آپؓ نے دیکھا تو اس میں گھی کا تر مراہٹ نظر آیا، ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگے "بیٹی! میں ایسی چیز نہیں کھا سکتا جس میں دو مزے ہوں۔"

دوسرے حکام اور امراء آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے ڈرتے تھے کیوں حضرت عمر رضؓ نے اپنے لئے کھانے کا جو معیار مقرر کر رکھا تھا دوسرے لوگوں کے لئے ایک آدھ وقت بھی اس کا نباہنا مشکل تھا۔

جب جزیرہ نمائے عرب (فاروقی دور میں) قحط کی (۱۸ھ ہجری میں مسلمانوں کو قحط سے دوچار ہونا پڑا، اس سال کو "سرخ آندھیوں کا سال کہتے ہیں) لپیٹ میں آیا اس وقت آپ نے جس ایثار پسندی اور جفاکشی کی روش اختیار کی، ہمیں یقین ہے کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، قحط کی پوری مدت میں آپ نے زیتون پر گزارہ کیا مستقل زیتون کھانے سے آپ کی رنگت بدل گئی تھی اور پیٹ میں شدید درد اور مروڑ ہونے لگا تھا۔ جب پیٹ میں زیادہ درد ہوتا تو اس پر ہاتھ مارتے اور کہتے "جب تک ملک کی اور مسلمانوں کی یہ حالت ہے اس وقت تک یہی کھانا پڑے گا۔"

ان تمام باتوں کے باوجود حضرت عمر رضؓ فرمایا کرتے "میں خوب جانتا ہوں کہ اچھی غذائیں کون سی ہیں اور بری غذائیں کون سی، میں اگر چاہوں تو اچھی سے اچھی غذاؤں سے بہرہ ور ہو سکتا ہوں مگر میرے پیش نظر ہر وقت اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد ہوتا ہے "تم لوگ دنیاوی لذتوں میں اس درجہ گم نہ ہو جاؤ کہ تمہاری نیکیاں اکارت ہو جائیں۔"

حضرت عمر رضؓ جو اپنی ذات پر اس درجہ سختی کرتے تھے وہ اس جذبہ کے تحت تھا کہ ہمیں اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے جو لازوال نعمتیں اور مسرتیں ملنے والی ہیں، دنیاوی لذتوں میں پڑ کر کہیں وہ زائل نہ ہو جائیں۔

جہاں حضرت عمر فاروق رضؓ کی اپنی اور اپنے اہل و عیال کے لئے سخت گیری اور شدت پسندی کی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا کی چند روزہ مسرتوں کے بالمقابل آخرت کی ان منٹ اور لازوال نعمتوں کو ترجیح دیتے تھے وہاں اس عمل کی تہ میں ایک اور جذبہ بھی کار فرما تھا اور وہ یہ تھا کہ آپؓ ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہتے تھے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی سختیاں کس حد تک اٹھائی ہیں۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کی زندگی مادی اعتبار سے بڑی کٹھن تھی۔ اس درجہ کٹھن کہ فاقہ تک کی نوبت آجاتی تھی، حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی زندگی بھی ہر قسم کے عیش و آرام سے دور تھی، تمام تر دنیاوی راحتیں حاصل کرنے کی قدرت کے باوجود ابوبکر رضؓ کی زندگی عسرت و تنگدستی کا نمونہ تھی۔ فاروق اعظم رضؓ ہر مرحلہ پر یہ بات پیش نظر رکھتے تھے کہ ان کا لباس، کھانا پینا، رہن سہن اور گھر بار کوئی چیز آں حضرت صلعم اور ابوبکر رضؓ سے بہتر نہ ہونے پائے۔ دور فاروقی میں جب ہر سمت سے دولت کھچی چلی آرہی تھی، حریم خلافت میں مال غنیمت کے انبار لگ رہے تھے تو حضرت عمر رضؓ کو رسالت مآبؐ اور خلیفۃ الرسول رضؓ کی ناداریاں اور مال و منال سے محرومیاں یاد آتی تھیں، انہیں یاد کر کر کے آپ رونے لگتے تھے اور بسا اوقات آپ کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ حضرت عمر رضؓ کی یہ گریہ زاری اور دنیاوی زندگی میں

حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کو بلا کر حضرت عمر فاروق رضؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا

"میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ عمر رضؓ کا باطن عمر رضؓ کے ظاہر سے اچھا ہے"

آپ کی بے مائیگی دیکھ کر آپ کے ساتھی انتہائی کرب محسوس کرتے۔ ایک بار آپ کے ساتھیوں نے آپؓ کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ سے درخواست کی کہ اپنے والد کو سمجھائیں کہ وہ اپنے نفس پر اتنی جفاکشی نہ کریں۔ حضرت حفصہؓ نے یہی بات اپنے والد سے کہی تو انہوں نے ماننے سے صاف انکار کر دیا اور حضرت حفصہؓ کو اس انداز سے آقائے نامدار کی زندگی کی ناداریاں اور مصیبتیں یاد دلائیں کہ وہ بھی آب دیدہ ہوگئیں۔ ("الشیخان" ڈاکٹر طٰہٰ حسین)

اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لئے اس کٹھن، جاں گسل اور مصائب سے بھرپور زندگی قبول کر لینے کی یہ وجہ نہ تھی کہ آپ اگر بیت المال سے اپنے اخراجات کی فراخی کے ساتھ کفالت نہیں کرنا چاہتے تھے تو منصبِ خلافت اور امیر المومنین کی حیثیت سے ہٹ کر آپ ایسے بے سر و سامان اور بے وسیلہ تھے کہ اپنے ذاتی ذرائع سے بھی زندگی کی سہولتیں اور آسائشیں مہیا نہیں کر سکتے تھے۔ یقیناً سب کچھ ہو سکتا تھا مگر فاروق اعظم تو اپنی زندگی کی سب سے بڑی فوز و فلاح اور ثواب و نظر کے لئے دائمی سکون جناب رسالت مآب اور جناب ابوبکر صدیقؓ کی پیروی اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے میں محسوس کرتے تھے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے:

"میرے دو ساتھی تھے، انہوں نے ایک خاص انداز سے زندگی کے دن کاٹے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہو بہو ان کے طریقوں پر عمل کروں کیونکہ اگر میں نے ان کے طریقہ سے سر مو بھی انحراف کیا تو بعد میں آنے والے لوگ میری مثال دے کر آں حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے طریقے سے ہٹنے کی کوشش کریں گے۔" ("الشیخان" ڈاکٹر طٰہٰ حسین)

ذاتی مصارف:

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد عمر فاروقؓ نے اپنے ذاتی مصارف کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ صحابہؓ نے بقدر ضرورت لینے کی اجازت دی۔ کچھ روز بعد امیر المومنین کی ضروریات میں اضافہ ہوا تو صحابہؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ذریعہ اس بات کی تحریک کی کہ فاروق اعظم بیت المال سے لئے جانے والے وظیفہ میں اضافہ کریں۔ جب حضرت حفصہؓ نے صحابہ کی اس خواہش کو آپ کے سامنے رکھا تو سخت ناراض ہوئے۔ حفصہؓ سے رسول اللہؐ کی معاشرت، لباس اور بچھونے کو پوچھا کہ کیسا تھا اور آپؐ کا گزر بسر کیسے ہوتا تھا۔ ام المومنین حفصہؓ نے تفصیل بتائی تو فاروق اعظم بولے "خدا کی قسم میں فضول خرچی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ نہ دنیا کی راحتوں کو آخرت پر ترجیح دیتا ہوں۔ میرے پہلے دونوں ساتھیوں کی بعینہٖ ایسی مثال ہے کہ تین آدمیوں نے سفر کیا۔ پہلا تو اپنا زادِ سفر لے کر گزر گیا اور منزل تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد دوسرے نے اس کی پیروی کی۔ وہ بھی اس سے جا ملا۔ اب دونوں کے بعد تیسرے کی باری آئی۔ اگر اس نے ان دونوں کا راستہ اختیار کیا اور ایسا ہی زادِ راہ لیا تو یہ بھی منزلِ مقصود پر پہنچ کر ان سے جا ملے گا۔ اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو نہ منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے اور نہ ان دو ساتھیوں سے مل سکتا ہے۔" (تاریخ ابن خلدون جلد اوّل ص ۳۴۶-۳۴۷)

نبی کریم صلعم نے فرمایا:
"جس راستے سے عمرؓ چلتے ہیں اس راستے سے شیطان نہیں گزرتا"

منصب خلافت پر:

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری بروز دوشنبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مدتِ خلافت سوا دو برس تھی۔ ان کے عہد میں جتنے بڑے بڑے کام انجام پائے سب حضرت عمرؓ کی رائے اور مشورے سے انجام پائے۔ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کی طویل رفاقت سے یہ تجربہ اور یقین ہوگیا تھا کہ:

"میرے بعد خلافت و امامت کا بارِ گراں عمر فاروقؓ کے سوا کوئی نہ اٹھا سکے گا، ابوبکر صدیقؓ کی دوررس نگاہیں بھانپ گئی تھیں کہ تمام صحابہؓ میں عمر فاروقؓ سے بہتر کوئی شخص منصبِ خلافت کے لئے موجود نہیں ہے۔"

پھر بھی وفات کے قریب صدیق کاملؓ نے عام مسلمانوں کی رائے کا پوری طرح اندازہ لگانے کے لئے بڑے بڑے صحابہؓ سے مشورہ کیا، عثمان غنیؓ کو بلا کر فاروق اعظم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا۔

"میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ عمرؓ کا باطن اس کے ظاہر سے اچھا ہے۔"

عبدالرحمان بن عوفؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا "عمرؓ کی قابلیت میں کیا کلام ہے۔ تردد صرف اتنا ہے کہ انؓ کے مزاج میں سختی ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "ان کی سختی اس لئے تھی کہ میں نرم تھا۔ جب سارا کام انہیں پر آ پڑے گا تو وہ نرم ہو جائیں گے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے طلحہؓ کے جواب میں فرمایا "اگر خدا نے پوچھا تو یہ جواب دوں گا کہ اپنے بعد مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ ایسے شخص کو بنا کر آیا ہوں جو تیرے بندوں میں سب سے بہتر تھا۔"

یہ کہہ کر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور خلافت کے بارے میں ایک عہد نامہ لکھوانا شروع کیا، ابتدائی الفاظ لکھوائے تھے کہ غش آ گیا، حضرت عثمانؓ نے یہ حالت دیکھ کر اپنی طرف سے یہ الفاظ لکھ دئیے کہ "میں عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں"۔ تھوڑی دیر بعد ابوبکرؓ کو ہوش آیا تو عثمان غنیؓ سے پوچھا سناؤ کیا لکھا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ عمرؓ کا نام لکھ دیا ہے۔ یہ سن کر ابوبکر صدیقؓ بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا خدا تم کو جزائے خیر دے۔

بقیہ صفحہ ۱۶ ←

سعید الرحمٰن علوی

افکار و مسائل

گوھر ایوب کا بیان توجہ طلب ہے؟

سابق صدر محمد ایوب خان کے صاحبزادے گوھر ایوب بھٹو کے دور استبداد میں کافی دنوں جیل میں رہے موصوف نے کنونشن مسلم لیگ کے بعد تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کی۔ تحریک نے صوبہ سرحد کی قیادت ان کے سپرد کی۔ انہوں نے اپنے طور پر کافی بھاگ دوڑ کی حتی کہ جیل پہنچ گئے، ان کی جیل کے زمانہ میں ہی الیکشن ہوئے، وہ الیکشن جو بھٹو کی رسینہ دوانیوں کی نذر ہو گئے، گوہر صاحب ہری پور سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے امیدوار تھے، جیل میں ہونے کے باوجود اور تاریخ ساز دھاندلی کے باوجود کامیاب ہوئے، اُدھر دھاندلی کا ردعمل ہوا تحریک چلی بھٹو مکافات عمل کا شکار ہو گیا۔ اور عارضی فوجی حکومت نے ملک کا انتظام و انصرام سنبھال لیا۔ اس دوران پاکستان قومی اتحاد کی ایک رکن جماعت یعنی تحریک استقلال کے سربراہ مسٹر اصغر خان کو نہ معلوم کیا ہوا انہوں نے بہکی بہکی باتیں شروع کر دیں، ان کی پارٹی نائب صدر اور مدار المہام ملک وزیر علی نے امیروں اور غریبوں کے نظام مصطفیٰ کی گفتگو کا ساز چھیڑ دیا، حتیٰ کہ مسٹر اصغر خان جو پارٹی بنا بنا کر دوسروں کے سپرد کرنے اور پارٹیوں کے ادغام و اتحاد کے بعد متحدہ پلیٹ فارم سے علیحدہ ہونے میں ایک تاریخی کردار کے حامل ہیں نے ایران کا دورہ کیا ان کا دورہ معنی خیز تھا، اس کے بعد وہ چند دن غائب رہے افواہیں اُڑیں کہ امریکہ میں ہیں، بہرحال ملک کی زمین پر واپس قدم رکھتے ہیں، ان کے لہجہ میں تیزی و تلخی کا عنصر غالب تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے قومی اتحاد کی "افادیت و ضرورت" کا انکار کر کے اور اس کی قیادت پر "نا اہلی" کا الزام دیکر علیحدگی اختیار کر لی۔ جن دنوں مسٹر اصغر خان یا ان کے بعض حواریوں کی طرف سے اس قسم کے بیانات آرہے تھے، جن سے علیحدگی کی بو آتی تھی، ان دنوں تحریک کے اندرونی حلقوں کے اس "قومی غداری" کے خلاف جو مؤثر اور توانا آواز بلند ہوئی وہ گوھر ایوب کی تھی، انہوں نے دلائل کے ساتھ اصغر خان کی اس متوقع قلابازی کو غلط ثابت کیا اور تحریک کی قومی مجلس کے حوالہ سے بھی بتلایا کہ اکثریت اس کے خلاف ہے، اصغر خان کے خلاف نزدیکیاں نہ بے بعرنے زبانیں کھولیں حتی کہ نوٹس آئے اور ایک عدد نیا قائد سرحد کے لیے دریافت کر لیا گیا۔

گوہر صاحب ابھی تک کوئی نیا فیصلہ نہیں کر پائے بلکہ وہ ایک بیان میں تحریک سے اپنے نکالے جانے کے فیصلہ کو عدالت میں چیلنج کرنے کا بھی کہہ چکے ہیں، بہرحال یہ ان کا معاملہ ہے، ہم دعا گو ہیں کہ صحیح فیصلہ کر سکیں، لیکن اس وقت ہمیں جس بات کی طرف ملک کے ذمہ دار حلقوں، ارباب سیاست و صحافت اور علماء و وکلاء کو توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر گوھر ایوب نے ایک حالیہ بیان میں اصغر خان اور ان کی جماعت کی نئی اصطلاح "بیسویں صدی کا نظام مصطفیٰ" کے متعلق کہا ہے کہ یہ نعرہ اقلیتی جماعت کا ہے، جسے عوام نے بے پناہ قربانیوں کے بعد حال ہی میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا ہے۔

گوھر صاحب کا واضح اشارہ قادیانی کی طرف ہے، جو انگریز مقاصد کی خاطر معرض وجود میں آئی اور جس کے بانی کو انگریز بہادر نے اپنی ضرورتوں کے تحت "منصب نبوت" پر براجمان کر کے ان سے عقیدہ جہاد کے خلاف جہاد کروایا، یہ جماعت اپنے پس منظر، روایات اور تاریخ کے اعتبار سے ملت و قوم کی واضح دشمن ہے، لیکن پاکستان ایسی نظریاتی مملکت میں اس جماعت کو غلط طریق سے نوازا گیا، کہ اس کے ایک ذمہ دار فرد کو وزیر خارجہ تک بنا دیا گیا۔ سول و فوج میں اس جماعت کے افراد کو اہم محکمے دیئے گئے، اور اس جماعت کے ہاتھوں بہت کچھ زک اٹھانے کے بعد اسے بمشکل غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ تحریک ۱۹۵۳ء کے دوران سبھی جماعتوں اور افراد نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہمیں یاد نہیں کہ مسٹر اصغر خان نے کوئی کلمہ خیر کہا ہو بلکہ اس سے قبل ۱۹۷۴ء میں ان کے متعلق یہ افواہیں گرم تھیں، جو اس جماعت سے ناطہ رکھتے ہیں اور راولپنڈی کے شہری جانتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۷۸ء میں عید الفطر کی نماز کے بعد اصغر خان سے جہاں نماز ادا کی وہاں کے خطیب نے انہیں توجہ دلائی کہ آپ پر یہ الزام ہے، اس کی صفائی اس مجمع میں کر دیں، تو یہاں موجود پنڈی کے ایک لاکھ شہری اپنی اخلاقی اور عملی حمایت سے آپ کو سرفراز فرمائیں گے، لیکن اصغر خان ٹس سے مس نہ ہوئے، اسی طرح وہاں کی ایک مل کے دیندار مالک کے پاس جب ووٹ کے لیے اصغر خان گئے، تو انہوں نے اس طرف ان کی توجہ دلائی لیکن اصغر خاں صاحب طرح دے گئے اور معاملہ صاف نہ کیا۔

قومی اتحاد کے دوران عوام نے تمام قائدین کو جو عزت بخشی اصغر خان نے شاید اپنے کو سمجھایا کچھ خارجی عوامل کے دوران انہوں نے ایسا کیا، بہر حال ہمارا مقصد مسٹر گوہر ایوب صاحب کے اس بیان کی طرف توجہ دلانا ہے، اور ہمیں چاہتے ہیں، کہ اس کا سنجیدگی سے نوٹس لیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سازشی جماعت انتقام کے جذبہ سے کسی سے منسلک ہو جائے اور ملک و ملت کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے،

احتیاط کی ضرورت

خان عبدالولی خان رہا ہو گئے ، رہائی کے بعد انہوں نے توجہ دلائی کہ مسائل کے حل کے لیے چاروں صوبوں کے قائدین و رہنماؤں کو بلانے پر زور دیا ۔

یہ تجویز ـــــ صحیح ہے اور درست ہے لیکن بدقسمتی سے بعض علیحدہ جیدل خان وغیرہ کو گالی دے کر روٹی کھانے کے چکر میں رہتے ہیں ، انہیں بخار چڑھ آیا ، اور انہوں نے اس پر حاشیہ آرائی شروع کر دی ۔

ملک کے ایک اخبار نے رہائی سے متعلق اداریہ لکھ کر وہ بے مقصد باتیں کہیں جنہیں دلی خواہیا سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ، یہ اخبار یوں تو "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کے جھومر سے مزین ہوتا ہے اور اسے اپنے معاملہ میں بڑے دعوے ہیں ، لیکن ہم خدا لگتی بات چھپا نہیں سکتے ، کہ اس اخبار اور اس کے موجودہ مالک نے بالخصوص اس ملک کے مسائل کو الجھانے میں انتہائی مؤثر کردار ادا کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ یہاں کا محبوب ترین اخبار ہے ، محض اس لیے کہ وہ انگریز استبداد کے خلاف لڑنے والوں کو گالی دینے اور ان کی کردار کشی میں سرگرم عمل رہتا ہے ۔

اس اخبار کے قطعہ نویس نے اپنے قطعات میں ایسی باتیں کہیں جن کا حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ مثلاً اس نے چاروں صوبوں کے سیاسین کی کانفرنس بلانے کو صوبائی عصبیت کے جراثیم پھیلانے اور اس فتنہ کو دوبارہ ہوا دینے کے مترادف قرار دیا ۔

ہم اس بے بصرت قطعہ نویس کو جو اسلام کی صدر اول کی مقدس شخصیات کے عوض میں اپنی رونقیں تک کھو چکا ہے ، کیسے سمجھائیں ، کہ جان من صوبائی لیڈروں اور قائدین کو بلانا اور ان سے مسائل پر مشورہ کرنا کوئی اچھنبے کی بات نہیں اس ملک کے دستور و قانون میں صوبائی خودمختاری کی حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے ، اس سلسلہ میں ایک رابطہ وزارت کام کرتی رہی ہے صوبائی گورنروں وزراء اعلیٰ کے اجلاس ہوتے رہے ہیں اور یہ ایک قانونی و دستوری چیز تھی ، علاوہ ازیں مختلف محکموں کے سیکرٹری وغیرہ جو مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں ، ان کے علاج معمول کی بات ہے ، لیکن اگر وہ قائدین اور رہنما جو حقیقتاً قومی سطح کے لوگ ہیں اور اس کی بھرپور صلاحیتیں نہیں رکھتے ، بلکہ اکثر و بیشتر اسی حیثیت میں متعارف و مقبول ہیں اور کام کر رہے ہیں ، لیکن بوجوہ کسی ایک یا دو صوبوں میں زیادہ قابل احترام و مؤثر گردانے جاتے ہیں ، ملکی مسائل کے حل کے لیے انہیں بلانا غلط اور شر انگیزی قرار دیا جائے آخر کیوں ؟

اس لیے کہ یہ تجویز خان عبدالولی خان نے پیش کی ہے ! اور خان عبدالولی خان وہ ہیں جو کسی آمر و جابر کے سامنے نہیں جھکے اور جنہوں نے حزب اختلاف کی ترجمانی کا پورا پورا فرض ادا کیا اور ملک و قوم کے حقوق کے لیے سر توڑ جدوجہد کی اور منافقت و شرارت اور مصلحت آمیزی سے کوسوں دور رہے ،

ہمیں اس بات کا دکھ ہے کہ یہاں حب الوطنی کا ٹھیکیدار ایک مخصوص قسم کے لوگوں کو سمجھا جاتا ہے ، اور اس مخصوص سانچہ میں جو لوگ فٹ نہیں بیٹھتے انہیں بیک قلم غدار اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے دیا جاتا ہے ،

خان عبدالولی خان جو ایک طویل عرصہ کے بعد جیل سے باہر آئے ہیں ، انہیں ملکی سیاست میں اپنا مؤثر کردار ادا کرنے کا موقعہ دیا جائے اور غلط فہمیاں پھیلانے سے گریز کیا جائے ایسا نہ ہو کہ مشکل صورت حال پیدا ہو جائے ، ہم آخر میں آغا شورش کاشمیری مرحوم کے الفاظ میں گذارش کریں گے کہ

خان عبدالولی خان کو شیخ مجیب الرحمن نہ بنایا جائے

بقیہ حضرت عمر فاروق رضؓ

عہدنامہ مکمل ہوا تو اپنے خادم خاص کو دیا کہ جو لوگ باہر جمع ہیں ان کو پڑھ کر سنا دے ۔ پھر خود بالاخانہ سے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :

"میں نے اپنے کسی بھائی یا عزیز رشتہ دار کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ میں نے عمرؓ کو خلیفہ اور امیر المومنین مقرر کیا ہے ۔ کیا تم سب لوگ اس پر راضی ہو ؟"

سب نے یک زبان ہو کر کہا ۔ سمعنا و اطعنا ۔ ہم نے سن لیا اور ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں ۔

(سیرت مصطفیٰ جلد سوم ۔ از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ، الفاروق از علامہ شبلی نعمانیؒ) ۔

اس کے بعد صدیق کاملؓ نے حضرت عمرؓ کو کچھ نصیحتیں کیں جو حضرت عمرؓ کے لئے ایک عمدہ دستورالعمل ثابت ہوئیں ۔

وظیفے اور تنخواہیں :

مسند خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے اپنے اعزہ بلکہ اہل و عیال سے زیادہ جناب رسالت مآب کے عزیز و اقارب کا پاس و لحاظ رکھا جب صحابہؓ کے وظیفے مقرر کرنے چاہے تو بڑے بڑے صحابہؓ سے مشورہ کیا ، سب نے رائے دی کہ بحیثیت امیر المومنین آپ کو مقدم رکھا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ آنحضرت کے تعلق اور قرابت کے لحاظ سے وظیفے باندھے جائیں ۔ چنانچہ سب سے پہلے بنی ہاشم اور ان میں بھی حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو مقدم رکھا ۔ اپنے خاندان کو پانچویں نمبر پر رکھا ۔ تنخواہوں کی مقدار میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی سب سے زیادہ تنخواہ بدری صحابہؓ کی مقرر کیں ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اصحاب بدر میں سے نہ تھے مگر کیونکہ حضور علیہ السلام کے نواسے تھے اس لئے ان کے وظیفے بدری صحابہ کے برابر مقرر کئے گئے

وظیفوں کی ترتیب اس طرح قائم کی گئی

حضرت عباس بن عبدالمطلب	۵۰۰۰ درہم سالانہ
حضرت علی بن ابی طالب	" " "
ازواج مطہرات	۱۰۰۰۰ " "
حضرت عائشہ صدیقہؓ	۱۲۰۰۰ " "
اہل بدر	۵۰۰۰ " "

(باقی اگلے شمارے میں)

حافظ بشیر احمد غازی آبادی

ملا ازم کی پھبتی کسنے والے

"ملائیت سے پاک اسلامی نظام" کی وضاحت بھی فرماویں

زندگی کا کوئی بھی مسئلہ ہو اگر اس میں عملی صداقت اور نظریات پر استقامت کا تعاون حاصل نہیں ہے تو یقین جانیئے، کہ نصیحت سے زیادہ اور کوئی بات فضول گوئی کا معیار نہیں قرار دی جاسکتی، ایسے ہمدردوں سے خدا دشمنوں کو بھی محفوظ رکھے، جن کو یقین محبت اور عمل کی کوئی سعادت میسر نہیں آسکتی اور گفتار کے غازی ہونے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ دوسروں کو فرشتہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں، اور خود ان سیاہ عدلیہ کی آزادی اور انسانی حقوق کے تحفظ کو ایک مذاق بنا رکھا تھا، حیرت کا مقام ہے کہ وہ جو زندگی بھر جیل خانے سے باہر نکلنے سے متعلق ان لادینی قوتوں کے برسر اقتدار رہتے پر سوچ بھی نہیں سکتے تھے آج فرماتے ہیں، کہ ملائیت سے پاک اسلامی نظام نافذ کیا جائے یہ ملا ازم کو تختۂ مشق بنا کر علمار کرام کی ہتک کرنے والے خود اپنے ضمیر سے محاسبہ کریں، کہ اب سے چند ماہ پہلے کس بے حیائی کے عالم میں تھے؟ کوئی اس کے عوام کی ضروریات کے تقاضے پورے کرتے ہیں اس گروہ کے ساتھ سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، یہاں اسلامی نظام حیات کا نفاذ ہونا یقینی ہے اور یقیناً اس مقدس مشن کو ملت کے وہی افراد پورا کریں گے جو نہ صرف اسلامی اصولوں کے مطابق اقتصادی و معاشرتی، نظام قائم کرنا چاہتے ہوں، بلکہ ان پر عمل بھی کرتے ہیں، معترضین خواہ اور کچھ بھی ہوں وہ

جن لوگوں کی سیاست میں فتنہ وفساد کذب ومنافقت ہے، وہ اسلام سے کیسے اور کیوں کر مخلص ہو سکتے ہیں؟

کاریوں میں مبتلا رہتے ہیں، کہ جن کو دیکھ کر شیطان کے ماتھے پر بھی پسینہ آجائے، جب وقت مصیبت پڑتا ہے تو خدا یاد آتا ہے، خاصانِ خدا یاد آتے ہیں قرآن خوانی کی جاتی ہے، مسجد میں دعائیں مانگی جاتی ہیں، مزارات پر عقیدت مند مظاہرے اور اخبارات میں مظلومانہ بیان شائع کرائے جاتے ہیں، اور جب اقتدار و اختیار پر مسلط ہو جاتے ہیں، تو یہ بھول جاتے ہیں، کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ایک مقدس شاہکار ہے، جسکا تقدس بحر و بر اور زمانے کی حدود سے ماورا ہے، چنانچہ جی بھر فرعونیت کا دبدبہ دکھاتے ہیں اور تذلیل انسانیت کرتے ہیں۔

اس مشاہدے کی تردید نہیں ہو سکتی، کہ حالیہ تحریک میں علمار کرام نے جس اتحاد و ایثار کا مظاہرہ کیا۔ اس کے نتیجے میں پوری قوم نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کے لیے آگے بڑھی اور ان لادینی قوتوں کو شکست فاش دی، جنھوں نے جمہوریت، قانون کی بالادستی حد بھی ہے اخلاقی زوال اور فکر و کردار کی پستی کی یہ موقع پرستی کے کربناک مناظر ارباب بصیرت کو یہ سوچنے سمجھنے کی دعوت دے رہے ہیں، کہ کب تک عوام کا ان "پاکدامن اور پاک طینت" لیڈروں سے پیچھا نہ چھڑایا جائے گا۔ سیاسی زندگی کو ابن الوقتوں کے غلبہ سے محفوظ رکھنا مشکل نہیں ناممکن ہے،

یہی وہ گروہ ہے کہ جہاں اسے زندگی کی مراعات حاصل ہوتی ہیں، وہیں ڈیرہ ڈال لیتا ہے، اور جب کبھی اور بہتر موقع ملتا ہے، تو اس طرف کا رُخ کر لیتا ہے، ان فنکاروں کا کمال یہ ہے، کہ سارے کھیل غریبوں کے نام پر کھیلے جاتے ہیں، یہ ری پبلکن میں تھے، تو غریبوں کی جماعت وہ تھی کنونشن لیگ میں آگئے تو ظاہر ہے، کہ یہ سیاسی پلیٹ فارم ہی فاقہ مستوں کا تھا، پیپلز پارٹی کے بانی کارکنوں میں تھے، تو اس جماعت نے جو سیاہ ترین باب رقم کیے ان کے بیان کرنے کے لیے تو دفتر کے دفتر چاہییں آپ دیکھیے، اور کس جماعت میں شامل ہو کر ملک اور ہرگز نہیں ہیں، جو دل سے یہ بات مانتے ہیں، کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اور زمان و مکان کی قید و شرط سے بے نیاز تمام معاملات کا متوازن اور عادلانہ حل پیش کرتا ہے،

اسلام اس عالم اسباب میں آیا ہی اس لیے ہے کہ دنیا سے ظلم مٹ جائے، فساد آدمیت باقی نہ رہے، جبر و استبداد کا خاتمہ ہو جائے، اور لوگ اللہ کے دین کی پیروی کے لیے آزاد ہوں، اسلام کسی انسان کو اپنی پیروی پر مجبوری نہیں کرتا۔ لیکن ایک بات ضرور کہتا ہوں۔ خدا کے باغی اس کی زمین پر رعیت بن کر تو رہیں، لیکن حاکم بن کر نہیں، زمین پر حکمرانی اللہ کے صرف ان اطاعت گذار بندوں کا حق ہے، جو اللہ کی زمین پر ظلم و ستم، فتنہ و فساد اور کذب و منافقت کو ختم کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ اب جن لوگوں کی سیاست ہی فتنہ و فساد اور کذب و منافقت ہے وہ اسلام کے کیسے اور کیوں مخلص ہو سکتے ہیں۔ اسلام اسلام کی رٹ لگانے پر تو یوں مجبور

ہیں، کہ منہ پہ یہ نقاب ڈالے بغیر چہرے کی سیاہی چھپتی نہیں اب جب تک در پردہ معاندین اسلام سے نیام ہوتی رہے گی، طنز و تضحیک کے لیے علماء اسلام موجود ہیں، بات کرنے کے فن میں ایسے طاق کہ اگر دریافت کیا جائے کہ سارا زور علما کی مخالفت پر ہی کیوں ہے، تو جواب دیں گے، ہم تو ملا زم کے خلاف ہیں، علمائے حق کے تو ہم خادم ہیں اور ان کی اطاعت ہمارے لیے سرمایا سعادت ہے۔

ہم بلاخوف تردید عرض کرتے ہیں، کہ پاکستان کی سیاست میں بے یقینی کی فضا ایسے ہی خود ساختہ رہنماؤں نے پیدا کی ہے جن کی زبانیں بہت میٹھی ہیں اور سیاسی اعمال زہر میں بجھے ہیں، زبان و قلم سے تو اسلام کو خراج عقیدت پیش کرنے سے نہیں تھکتے، لیکن جب عملی اقدام کا مرحلہ آتا ہے تو ہر وہ ہتھکنڈہ اختیار کرتے ہیں، کہ جس سے اصلاح احوال کی ہر سعی غیر مشکور ہو جائے، اور قوم اور ملک بدنظمی اور بحران میں پھنس کر ان کے معاشی وسائل کا ذریعہ بنا رہے،

جو حقائق اور واقعات سامنے آ رہے ہیں ان سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں کہ قومی اتحاد سے ایسے تمام لوگ جن کی ذاتی شہرت کی بلند پروازی نے حقیقت کی زمین پر کبھی قدم جمنے نہیں دیئے۔ راہ فرار تلاش کر رہے ہیں، جن کے ایثار عزم اور استقلال کے صدقے میں آج پانچوں سواروں میں شمار کیے جاتے ہیں، احساس کمتری نے ان ہی کے خلاف دلوں میں آگ لگا رکھی ہے اور ابھی تو ابتدائے عشق ہے، جیسے جیسے "حوصلہ افزائیاں اور قدر افزائیاں"، بڑھتی جائیں گی جنون عشق کے انداز مزید رنگ لائیں گے، لیکن اگر سفینہ ملت یونہی رواں دواں رہا اور علمائے اکرام متحد ہو کر نظام مصطفےٰ کے لیے جدوجہد کرتے رہے، تو انشاء اللہ تائید ایزدی شامل حال ہو گی، اور بھٹکے ہوئے راہی پھر اپنے مقام پر آ جائیں گے،

ایک بات وضاحت طلب ہے، اور وہ یہ کہ بلا سوچے سمجھے "ملا زم" کی پھبتی کسنے والوں سے کوئی یہ دریافت کرے کہ یہ کس ملا نے کہا ہے، کہ عوام کے مسائل مہنگائی بے روزگاری اور سماج دشمن عناصر کی وجہ سے احساس عدم تحفظ نہیں ہے، ملاؤں نے کسے مجبور کیا ہے، کہ چور بازاروں منافع خوروں، ذخیرہ اندوزی اور سماج دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں، کس ملا نے یہ فتویٰ جاری کیا ہے کہ زیادتی، ناانصافی بدعنوانی بدکاری اور انسانی و شہری حقوق کی پامالی کی کھلے بندوں اجازت ہے۔

ملا ازم کو تختہ مشق بنا کر علمائے اسلام کی ہتک کرنے والے خود اپنے ضمیر سے محاسبہ کریں کہ وہ پہلے کیا تھے

اگر مغلظات بکنا جرات کلام ہے، تو دوسری بات ہے، ورنہ جو لوگ خود کو یہ بھی سمجھتے ہیں اور وہ بھی" وضاحت تو فرما دیں، کہ "ملا زم" کہتے کسے ہیں، یہ عجیب تماشہ ہے کہ جو لوگ اختیار واقتدار کے معرے لوٹتے ہیں، اور اختیار واقتدار کا رخ تعمیری مقاصد کی طرف رکھنے کی بجائے، اجتماعی مفاد کی طرف کر لیتے ہیں، وہی اقتدار سے محرومی کے دور میں دین کے ان خادموں پر فقرے کستے ہیں جو یادگار ان بلالؓ و ابوذرؓ اور اویسؒ ہیں اور جن کے دم سے راست بازی دیانت داری متحدی اور فقر و سادگی کی شاندار روایات قائم ہیں، اگر حکیم الامت، علامہ اقبالؒ اور دوسرے اکابر نے ملاؤں کے لیے کچھ کہا ہے، تو خیال رکھیے کہ انہوں نے دین فطرت کی وہ خدمت کی جو اپنی مثال آپ ہے، جن لوگوں کی حیثیت یہ ہے، کہ ؎

خدا کی شان تو دیکھو کلچڑی گنجی
حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی

ان کو چھوٹا منہ بڑی بات زیب نہیں دیتی دل میں اترنے اور دل سے اترنے میں جو فرق محسوس ہے اسے محسوس کیجیے، شاعر مشرق اور دوسرے اکابر پاکستانی قوم کے دل میں اترے ہیں پیشہ ور سیاستدانوں اور منافقین کے گروہ کا خدا کے ان نیک بندوں سے نہ کوئی موازنہ ہو سکتا ہے نہ مقابلہ۔

ہمیں پاکستان اور اسلام سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں ہے، اور ہم نے ایک نہایت ہی معمولی کارکن کی حیثیت سے اس جہاد میں حصہ لیا ہے، جب مسلمانان برصغیر نے اپنی قومی خود اختیاری کے لیے پاکستان کا مطالبہ کیا، اسے منوایا اور اس خطہ زمین پر اپنی حکومت قائم کی۔

تحریک پاکستان کے ہر مخلص کارکن کا یہ ایمان ہے، کہ دیانتدار سیاسی کارکن ترک مال، ترک جان و ترک سر پر عمل کر لیتے ہیں، لیکن سچائی سے انحراف کرنا انہیں گوارہ نہیں ہوتا، اور یہی وہ لوگ ہیں، جو لوح تاریخ پر اپنا نام ہمیشہ کے لیے ثبت کر جاتے ہیں، تاریخ سچائی پر پیروی اور اس پر مر مٹنے کا نام ہے، اس کے برعکس جو لوگ فساد فکر و نظر اور قلب و دماغ کے انتشار میں مبتلا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر حرص و ہوس کے رنگ محل تیار کرتے ہیں، ان کی کوئی نصیحت جعفر ٹلی کی مغلظات سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ ایسے "مرزنے" ہمیشہ معرکے بدلتے رہتے ہیں، اور ان کو سچائی سے زیادہ جھوٹ کی قوت پر یقین ہوتا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عقل سلیم اور خود کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، سچ فرمایا ہے علامہ اقبال نے کہ،

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے ویسی کوئی پیدا کرے عقل سلیم



قومی اسمبلی حلقہ ۱۱ کے تمام مسائل مارشل لاء حکام کو پیش کر دیئے گئے

ان مسائل کو فوری طور پر حل کیا جائے

مولانا ذکریا کا مارشل لاء حکام کو کھلا خط

کراچی ۷ دسمبر: پاکستان قومی اتحاد کے ممتاز رہنما اور جمعیت علماء اسلام کراچی سینٹر کے امیر الحاج مولانا ذکریا نے آج اعلیٰ مارشل لاء حکام کے حوالے کرتے ہوئے ایک کھلے خط میں مطالبہ کیا ہے کہ ان کے حلقۂ انتخاب کو درپیش تمام مسائل فوری طور پر حل کئے جائیں۔ چار صفحے پر مشتمل اس کھلے خط میں مولانا ذکریا نے اپنے حلقۂ انتخاب سے متعلق جن مطالبات اور مسائل کا ذکر کیا ہے ان میں ٹرانسپورٹ۔ بجلی۔ پانی۔ سوئی گیس جیسی بنیادی ضرورتوں پر مشتمل مطالبات ہیں۔

مولانا ذکریا نے مارشل لاء حکام کے نام اپنے خط میں کہا ہے کہ یوں تو پوری کراچی کے عوام اس قسم کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں لیکن ان کا حلقۂ انتخاب جو بہت سے دور دراز علاقوں اور پسماندہ بستیوں پر مشتمل ہے وہاں کے عوام کے لئے اس قسم کے مسائل کی وجہ سے زندگی بسر کرنا دوبھر ہو گیا ہے۔

مولانا ذکریا نے مارشل لاء حکام کو توجہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے حلقۂ انتخاب میں بسوں کی کمی کی وجہ سے لوگ گھنٹوں بسوں کے انتظار میں کھڑے رہتے ہیں۔ ویگنوں والے مارشل لاء کے دور میں بھی مقررہ تعداد سے زیادہ سواریاں بٹھا کر منہ مانگے کرائے وصول کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو مجبوراً بسوں کے پائیدانوں پر لٹک کر سفر کرنا پڑتا ہے اور اس طرح سے آئے دن حادثات اور ایکسیڈنٹ واقع ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا فوری طور پر بسوں کی تعداد بڑھائی جائے اور ٹریفک قواعد کی پابندی کراتے ہوئے ویگن والوں کی لوٹ کھسوٹ سے عوام کو نجات دلائی جائے۔

مولانا ذکریا نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میرے حلقۂ انتخاب میں اکثر سڑکیں تنگ چھوٹی اور مرمت طلب ہیں اور کسمپرسی کے عالم میں حکومت کی بے توجہی کا شکار ہیں لہٰذا ان کی فوری مرمت اور وسیع کرنے کے احکامات جاری کئے جائیں۔

حلقہ ۱۱ میں پانی۔ بجلی کی قلت عام ہے بعض دور افتادہ علاقے اور بستیاں تو پانی بجلی سے قطعی طور پر محروم ہیں۔ ان علاقوں کے لئے پانی۔ بجلی کی فوری طور پر منظوری دی جائے اور بعض انتہائی طور پر ان کی قلت کا شکار ہیں۔ ان علاقوں میں قلت فوری طور پر دور کی جائے۔

مولانا ذکریا نے اپنے خط میں لانڈھی انڈسٹریل ایریا میں مل مزدوروں پر مل مالکان کی طرف سے کی جانے والی زیادتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اکثر ملیں جان بوجھ کر مارشل لاء حکومت کو بدنام کرنے کے لئے اور امن و امان خطرہ میں ڈالنے کے لئے اور مزدوروں کو اشتعال دلانے کے لئے بند کر دی گئی ہیں اور جو کھلی ہیں ان میں آئے دن چھانٹی کر کے مزدوروں کو جبری طور پر ملازمتوں سے علیحدہ کیا جا رہا ہے اور بعض ملوں میں مہنگائی الاؤنس کو اصل تنخواہوں میں شامل نہیں کیا جا رہا ہے لہٰذا جبری طور پر علیحدہ کئے جانے والے بے قصور مزدوروں کو فوراً کام پر واپس لیا جائے اور مہنگائی الاؤنس کو اصل تنخواہوں میں شامل کیا جائے۔ مولانا ذکریا نے اپنے خط میں لانڈھی قاید آباد ریلوے کراسنگ پر پل تعمیر کرنے کا بھی مطالبہ کیا ہے جہاں پر مسلسل انتظار کی وجہ سے لوگوں کا گھنٹوں قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

مولانا ذکریا نے اپنے کھلے خط میں حلقہ ۱۱ میں چوری، ڈکیتی قتل و غارتگری کا ذکر کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ پولیس کا عملہ ان سنگین جرائم کے سدباب میں ناکام ہو چکا ہے اس کا خاطر خواہ بند وبست کیا جائے۔ مولانا ذکریا نے کہا کہ میرے حلقہ انتخاب میں ابھی تک تھانوں اور سرکاری دفتروں میں بدنام زمانہ پی پی پی کے افسران اور ورکر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں جس کی وجہ سے پی پی پی کے ورکر اور غنڈے میرے علاقے میں دندناتے پھرتے ہیں اور قتل و غارتگری مار دھاڑ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں لہٰذا ایسے بدنام زمانہ افسران اور ملازمین کو فوری طور پر سبکدوش [illegible] علاقے کے لوگ امن و سکون [illegible] لے سکیں۔

ہائی کورٹ نے عیدگاہ خانپور میں قرآن خوانی کرنے والوں پر پولیس کی فائرنگ کی رپورٹ طلب کر لی

عدالت عالیہ نے پر امن شہریوں پر گولی چلانے پر آئی جی پولیس لاہور، ڈی آئی جی پولیس بہاولپور، ایس پی رحیم یار خان اور مقامی انتظامیہ کو نوٹس جاری کر دیئے

مسٹر جسٹس شفیع الرحمٰن جج لاہور ہائی کورٹ نے مولانا محمد عبداللہ درخواستی کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خانپور ملحقہ عیدگاہ اور شاہی مسجد میں فائرنگ کے خلاف رٹ درخواست پر حکومت سے رپورٹ طلب کر لی۔

قومی اتحاد کے راہنما محمد عبدالماجد آزاد نے اپنی رٹ درخواست میں کہا ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کی اپیل پر کافی تعداد میں شہریان خانپور عیدگاہ میں دن کے تقریباً صبح بتاریخ ۱۰ مئی ۱۹۷۷ء واسطے فاتحہ خوانی و ایصال ثواب شہیدان علی پور جمع ہوئے۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی طاقت دکھانے اور ابتری و خوف و ہراس پھیلانے کی غرض سے نوانکوٹ اور شہر کے گرد و نواح سے بد معاشوں کو کرایہ پر حاصل کر کے جلوس نکالا اور خانپور پولیس کے زیر حفاظت عیدگاہ کا گھیراؤ کیا۔ جلوس کے شرکاء تباہ کن ہتھیاروں سے مسلح تھے اور پی۔ این۔ اے کے لیڈروں کے خلاف غلیظ جملے بک رہے تھے۔

۲۔ یہ کہ تقریباً ایک بجے دوپہر پی۔ پی۔ پی کے کچھ شر پسند لوگوں نے عیدگاہ میں تلاوت کلام پاک کرنے والے پر امن شہریوں پر پتھراؤ شروع کر دیا۔

۳۔ چنانچہ پیپلز پارٹی والوں کی اس ذلیل و مذموم حرکت سے پر امن شہریوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اس حملہ کی روک تھام کے لئے چند نوجوان باہر

۴۔ اس عرصہ کے دوران مسٹر اعجاز چیمہ اسسٹنٹ کمشنر خانپور میجر عبداللطیف کے ساتھ ہمراہ بھاری تعداد رینجر فورس موقعہ واردات پر پہنچ گئے۔ اے سی خانپور نے پی۔ پی۔ پی کے جلوس کو منتشر کرنے اور ان کے باقاعدہ کارروائی کرنے کی بجائے عیدگاہ میں کھڑے ہوئے شہریوں پر آنسو گیس کے بم برسانے کا حکم دے دیا۔ جس کی وجہ سے ابتری و گڑبڑ وجود میں آئی۔ آنسو گیس کے گھٹن کے سبب پناہ کی تلاش میں شہریوں نے عیدگاہ کے بالمقابل مدرسہ اور گلیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔

اس پر اے سی خانپور نے بغیر کسی قانونی جواز کے اور اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے رینجر فورس کے آفیسر انچارج میجر عبداللطیف کو غیر مسلح شہریوں پر حملہ کا حکم دے دیا۔ رینجر فورس کی اندھا دھند فائرنگ کے سبب بہت سی گولیاں عیدگاہ اور ملحقہ شاہی مسجد کی دیواروں میں پیوست ہو گئیں۔ کافی لوگ بے ہوش اور موت کے گھاٹ اتر گئے جن میں سے صرف دو کی لاشیں اٹھائی جا سکیں۔ ایک مدرسہ مخزن العلوم کا طالب علم نصر اللہ جو کہ عیدگاہ سے ملحق دینی درسگاہ مخزن العلوم کے اندر گولی لگنے سے شہید ہوا اور دوسرا جلال الدین چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی شیخ عنایت علی ایڈوکیٹ کے گھر کے قریب کوچہ شہیداں میں گولی لگنے سے شہید ہوا۔ رینجر فورس مسجد کے تقدس کو مکمل طور پر بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی بندوقیں تان کر جوتوں سمیت شاہی مسجد میں داخل ہو گئی اور مدرسہ مخزن العلوم کے کمروں کے دروازے توڑ توڑ کر لوگوں کو مارتی رہی جس سے پچاس سے زائد افراد زخمی ہوئے اور موقعہ پر ہلاک شدگان کی لاشیں اٹھا کر کسی نامعلوم جگہ پر پہنچا دیں۔ درخواست گذار نے مقامی پولیس اور پولیس کے افسران بالا ایس پی رحیم یار خان۔ ڈی۔ آئی۔ جی بہاولپور۔ آئی۔ جی لاہور کو مقدمہ درج کر کے ملزموں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کے لئے ٹیلیگرام دیا۔ درخواست گذار نے اپنے ٹیلیگرام کے جواب کا بہت انتظار کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا نہ ابھی تک ملوث افراد (پیپلز پارٹی والے جن کے اشارے پر پولیس نے گولی چلائی) اور حملہ آوروں کے خلاف مقدمہ درج کیا۔

۵۔ درخواست گذار عبدالماجد آزاد نے کہا ہے کہ اے۔ سی خانپور مسٹر اعجاز چیمہ فائرنگ کا حکم دینے کا مجاز نہ تھا اور نہ ہی رینجر پولیس کا یہ فرض تھا کہ موجود نہتے افراد پر گولیاں برسائیں اور موت کے گھاٹ اتار دیں۔

۶۔ جرم ھذہ میں ریزیڈنٹ مجسٹریٹ مسٹر بی۔ اے فاروقی اور ڈی۔ ایس۔ پی خانپور مسٹر رانا داصف بھی معاون کار ہیں۔ ایس۔ ایچ۔ او خانپور اور دیگر افسران پولیس بشمول آئی جی پولیس لاہور۔ ڈی۔ آئی۔ جی بہاولپور اور ایس پی رحیم یار خان نے واقعہ ھذہ کی اطلاع ملنے اور ذاتی طور پر علم آ جانے کے باوجود مقدمہ درج نہ کیا۔ ان حکام کو قانونی طور پر ان تمام افراد کے خلاف مقدمہ درج کرنا چاہیئے تھا جو کہ بے گناہ شہریان خانپور کے قتل اور زخمی کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

۷۔ درخواست گذار کے پاس آرٹیکل ۱۹۹ کے تحت درخواست دینے کے علاوہ کوئی معقول حل نہ تھا۔

چنانچہ عدالت عالیہ نے مدعی کی درخواست پر خانپور فائرنگ کیس کی رپورٹ طلب کر لی ہے اور پولیس افسران کو نوٹس جاری کر دیئے ہیں۔ محمد عبدالماجد آزاد

شہر شہر سے : ترتیب ۔ قمر ہاشمی

پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے وفد کی چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر

جنرل محمد ضیاءُ الحق سے مُلاقات

پاکستان قومی اتحاد صوبہ بلوچستان کے ایک نمایندہ وفد نے گذشتہ دنوں جنرل محمد ضیاء الحق چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات کی۔ صوبائی قومی اتحاد کے وفد میں اتحاد کے صوبائی صدر محمد زمان خان اچکزئی صوبائی جنرل سیکرٹری عبدالحمید خان، صالح محمد خان مندوخیل اور چوہدری امداد علی شامل تھے۔ اس نمایندہ وفد نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے ساتھ آدھ گھنٹہ کی ملاقات میں ملکی اور صوبائی سطح پر مختلف سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل پر گفتگو کی۔ وفد نے اس مؤقف کی پورے طور پر تائید اور حمایت کی جو قومی اتحاد کے مرکزی قایدین نے ملک کے مختلف مسائل پر چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے ساتھ اپنی حالیہ ملاقات میں اختیار کیا تھا۔ قومی اتحاد کے اس صوبائی وفد نے بلوچستان کے مسائل کی جانب چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی توجہ مبذول کرائی۔

وفد نے صوبے میں بڑھتی ہوئی گرانی پر اظہارِ تشویش کیا اور کہا کہ روزمرہ کی اشیاء خوردنی اور اشیاء صرف کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو کہ غریب آدمی کی قوتِ خرید سے باہر ہے۔ آٹے گھی اور چینی جیسی بنیادی اشیاء خوردنی کے علاوہ دوسری اشیاء کی قیمتیں بھی چڑھ گئی ہیں۔ اور سردی کے موسم میں کوئلے کے حصول کے لیے بھی مشکلات درپیش ہیں۔

چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے یقین دلایا کہ گھی کے نرخوں میں عنقریب کمی کی جا رہی ہے چینی پر سے کنٹرول ہٹانے پر غور کیا جا رہا ہے اور آٹے کی کمیابی کو دُور کرنے اور اسکی قیمت کو معمول پر لانے کے لیے تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ وفد نے جنرل صاحب سے سفارش کی کہ وہ مرکزی ملازمتوں میں صوبے کے نوجوان تعلیم یافتہ کو لیں تاکہ مرکز میں بلوچستان کی موثر نمایندگی ہو سکے۔ اور نوجوانوں میں احساس محرومی نہ پیدا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم خود اس کے متمنی ہیں اور بلوچستان میں ہمیں تعلیم یافتہ اور اعلیٰ نوجوانوں کی تلاش ہے۔ وفد نے صوبے میں ترقیاتی اسکیموں کے جانب بھی توجہ دلائی اور کہا کہ اس سلسلے میں فنڈز کو ضائع ہونے سے بچایا جائے تاکہ فنڈز پہلے کی طرح خرد بُرد نہ ہو سکے۔ وفد نے ترقیاتی اسکیموں میں زراعت، بجلی اور زیرزمین پانی کی نکاسی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ علاقہ گلستان میں بجلی کی فراہمی کی جانب خصوصی طور پر توجہ دلائی گئی تاکہ یہاں کی ہزاروں ایکڑ زرخیز اراضی کو آباد کیا جا سکے۔

وفد نے فورٹ سنڈیمن میں بجلی کے مزید جنریٹر لگانے کی ضرورت پر زور دیا اور تجویز پیش کی کہ مسلم باغ سے فورٹ سنڈیمن تک بجلی کی لائن میں توسیع کی جائے

وفد نے فورٹ سنڈیمن سے ڈیرہ اسماعیل خان کی سڑک کی تعمیر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ یہ وہ شاہراہ ہے جو تین صوبوں کو ملاتی ہے۔ ۱۴۰ میل میں سے ۵۵ میل تک پختہ سڑک بن چکی ہے۔

جنرل صاحب نے بتایا کہ اس سڑک کی تعمیر کے لیے منظوری دے دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فنڈز کی مکمل طور پر نگہداشت کی جائے گی اور ان کے استعمال میں کسی قسم کی خرد بُرد کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

وفد نے ان کی توجہ کوآپریٹو سوسائٹیز اور زرعی بنکوں کے قرضہ کی وصولی میں سہولت دینے کی جانب مبذول کرائی۔ جس پر انہوں نے کہا کہ جو قرض دیئے گئے ہیں ان میں سود کی ایک حد تک چھوٹ دینے اور قرضے بالاقساط وصول کرنے پر بھی غور کیا جائے گا تاکہ زمین داروں اور کسانوں کے لیے آسانی پیدا ہو سکے

وفد نے نصیر آباد کے زمینداروں اور کسانوں کے مسائل پر تبادلۂ خیال کیا جس پر انہوں نے [illegible] کیا کہ نصیر آباد میں دھان خریدنے کے لیے ڈپو قائم کیے جا رہے ہیں

مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر پر بھی وفد نے مقدمات سے متعلق لوگوں کی پریشانی کا ذکر کیا اور مطالبہ کیا کہ مقدمات جلد نمٹانے کی کوششیں کی جانی چاہئیں۔

وفد نے واضح کیا کہ ہمارے معاشرے میں جو اخلاقی بگاڑ پیدا ہو گیا ہے وہ اسلامی نظام تعلیم و تربیت کے فقدان، رشوت اور سفارش کی وجہ سے ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام تعلیم رائج کرنے کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ رشوت اور سفارش کے خاتمے سے متعلق مؤثر تدابیر اختیار کی جانی چاہیے۔ کیونکہ موجودہ عبوری حکومت کے طرز عمل اور اس کے تمام اقدامات اور ان کے اثرات کا پاکستان کے مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لیے تمام تر کوششیں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کرنی چاہئیں۔ تاکہ لادینی عناصر کو کھیل کھیلنے کا موقع نہ ملے ———

جمعیۃ علماء اسلام لطف آباد کا رکن اغوا

ڈرامائی رہائی ——— تحقیقات کا مطالبہ!

عبدالرسول مجاہد لطف آباد جمعیۃ کے رکن ہیں۔ بستی کا ایک شخص ملک محمد شفیع صبح سویرے آیا اور مخدوم رشید کے قریب کیکر کے درخت (سوختنی لکڑی) خریدنے کا جھانسہ دے کر لاری اڈا لے گیا۔ سازش کے تحت ایسی بس میں سوار کرایا جس میں پندرہ، بیس غنڈے منصوبے کے تحت سوار تھے۔ بس کو مخدوم رشید اڈہ پر نہ روکا گیا اور اس کے بعد بغیر کسی سٹاپ کے لاری میلسی کے اڈے پر پہنچ گئی۔

عبدالرسول نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ماجرا ہے اس نے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا خاموش رہو اور چپ ہمارے ساتھ چلو میلسی کے قریب ایک کنواں پر لے جاکر کمرہ میں بند کر دیا۔ رات گئے یہ غنڈے آموجود ہوئے اور کہا کہ ہم ارادۂ قتل سے یہاں لائے ہیں اور بیس ہزار کے عوض ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ اتفاق سے میاں محمد رفیق کا بھانجہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ آیا۔ عبدالرسول نے ان سے التجا کی اور بتایا کہ میں جمعیۃ علماء اسلام کا رکن ہوں اور میاں محمد رفیق ہماری جماعت کے انتخابات میں صوبائی امیدوار تھے میری جان بچائی جائے۔ مجھے ایک گہری سازش کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر غنڈوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور عبدالرسول کو اپنے ہمراہ لے گئے دوسرے دن غنڈے پھر آدھمکے اور کہا کہ ہم چار ہزار روپے پیشگی لے کر خرچ کر چکے ہیں۔ ایک ہزار تو بس کے ڈرائیور کو دیا ہے عبدالرسول یا تو رقم ادا کر دے یا پرونوٹ لکھ دے چنانچہ غنڈوں کی حراست میں تحصیل آفس لے جایا گیا اور چار ہزار روپے کے پرونوٹ پر زبردستی اٹھا لگوایا گیا۔

رہائی کے بعد عبدالرسول ملتان آیا اور اے ایس پی ضلع ملتان سے تحریری درخواست میں مطالبہ کیا کہ اس خوفناک واقعہ کی تحقیقات کرائی جائے۔

عبدالرسول نے اس واقعہ کو علاقہ کے بڑے بڑے زمینداروں کی سازش قرار دیا یہ لوگ پسند نہیں کرتے کہ ایک غریب شخص قومی کارکن بنے یا کسی سماجی و سیاسی کام میں حصّہ لے۔ بہرحال تفتیش کے دوران اہم انکشافات کی توقع ہے۔

جمعیۃ ملتان ضلع و ضلع وہاڑی کے رہنماؤں نے اپنے مشترکہ بیان میں متعلقہ حکام سے تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔

نیشنل عوامی پارٹی سے پابندی ختم کی جائے

خصوصی ٹربنول حیدرآباد کے فیصلے سے قومی اتحاد کے اعتماد میں اضافہ ہوا ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام ملتان شہر کے امیر جناب حاجی حقنواز، ناظم عمومی نور عالم قریشی، سرپرست ہدایت اللہ، محنت و زراعت کے سیکرٹری ملک عطاء اللہ، صوبائی فنانس سیکرٹری خواجہ محمد افضل حق، سالار حاجی محمد صدیق غوری اور ناظم شیخ محمد یعقوب نے ایک مشترکہ بیان میں حیدرآباد ٹربیونل کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے ایک اہم تاریخی فیصلہ قرار دیا ہے۔

خان عبدالولی خان اور ان کے ساتھیوں کی رہائی سے پاکستان کی سیاست میں زبردست انقلاب پیدا ہوگا۔ اور چاروں صوبوں کے اتحاد اور باہمی اعتماد میں اضافہ ہوگا۔

جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان کا تنظیمی دورہ

ضلعی امیر جمعیۃ سید خورشید عباس صاحب گردیزی کی قیادت میں بتاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۷۷ سے تنظیمی وفد نے اپنے دورے کا آغاز علاقہ کچی کھوہ سے کیا۔ وفد میں ناظم عمومی محمد عبدالقادر صاحب نائب امیر مولانا محمد رمضان صاحب، ضلعی مبلغ مولانا منظور الحق صاحب اور تحصیل کے امیر مولانا عبدالغفور صاحب شامل تھے۔

جمعیۃ کا یہ وفد ۱۱ بجے چک نمبر ۲۰ پہونچا۔ بعد نماز ظہر کارکنانِ جمعیۃ کے اجتماع میں ضلعی رہنماؤں نے ملکی حالات، جمعیۃ کی خدمات، تنظیمی امور اور تعمیر ضلعی دفتر کا خاکہ پیش کیا۔ چک مذکورہ کے سرکردہ حضرات جمعیۃ کی عدم موجودگی کی وجہ سے کارکنان نے بہت جلد اپنے حصّہ کی ترسیل کا وعدہ فرمایا۔ چار بجے یہ وفد چک نمبر ۲۶ پہونچا۔ کارکنان کے اجتماع سے عہدیداران جمعیۃ کا خطاب ہوا۔ ضلعی دفتر کی تعمیر میں بھرپور حصّہ لینے کا وعدہ ہوا قبل مغرب یہ وفد چک نمبر ۶۵ پتھو والہ پہونچا۔ بعد نماز مغرب اجتماع میں خطاب ہوا۔ ان حضرات نے پوری ہمت سے تعمیر دفتر میں حصّہ لینے کا وعدہ فرمایا۔ ساڑھے نو بجے یہ وفد جہانیاں پہونچا۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے شاندار استقبال کیا۔ چک نمبر ۱۳ کے چوہدری فرزند علی صاحب، چوہدری نظام الدین صاحب، چوہدری نعمت اللہ صاحب اور دیگر کارکنان نے اس علاقہ سے پانچ ہزار روپے برائے تعمیر دفتر بہت جلد جمع کرانے کا وعدہ فرمایا ٹیکسی کی خرابی کی وجہ سے یہ وفد بمشکل ۲۷ نومبر کو نو بجے صبح روانہ ہو سکا۔ گیارہ بجے خانیوال پہونچ کر شیخ محمد عاشق صاحب کے ہاں اجتماع میں خانیوال شہر

سے پانچ ہزار روپے کی رقم مہیا کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ بارہ بجے یہ وفد حکیم جاوید عالم ضلعی ناظم کی معیت میں کچاکھو کارکنان جمعیۃ کو ضلعی وفد کی غرضِ سفر بتائی گئی جس پر مقامی جماعت کے احباب نے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ دو بجے یہ وفد میاں چنوں پہونچا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے تعمیرِ دفتر کے لیے مبلغ ۲½ ہزار روپے کی رقم اپنے ذمہ لی۔ اور مولانا قاری اللہ بخش صاحب نے تین ہزار کا ذمہ لیا۔ بوقتِ عصر وفد چک نمبر ۲۸ پہونچا۔ احباب جمع ہو گئے، مقصدِ وفد معلوم ہو جانے کے بعد ان حضرات نے جلد ہی مالی تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ قبل مغرب یہ وفد چک نمبر ۲۱ پہونچا۔ مولانا محمد یوسف صاحب ہمراہ تھے۔ آرسی والہ میں بعد نمازِ مغرب میاں اللہ بخش سہو اور ان کے دیگر اقارب سے ملاقات ہوئی، ان حضرات نے ایک ہفتہ کے اندر اندر اڑھائی ہزار روپے تعمیرِ دفتر کے لیے روانہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ عشا کے قریب یہ وفد عبدالحکیم پہونچا۔ مہر ظہور اسماعیل صاحب استقبال کرنے والوں میں شامل تھے، مہر محمد اقبال صاحب پراچہ، میجر مہر محمد نواز صاحب نے مہر اقبال صاحب کی طرف حسب فیصلہ مجلس شوریٰ سے پانچ ہزار روپے کی ادائیگی کا وعدہ فرمایا۔ کارکنانِ جمعیۃ نے دو رسید بکیں حاصل کر کے قصبہ اور مضافات میں فوری کام شروع کر دیا۔ رات ساڑھے دس بجے یہ وفد باگڑ سرگانہ مہر محمد اسلم صاحب کے ہاں پہونچا معلوم ہوا کہ ہمارے پہونچنے سے یہاں پر فراہمی کا کام شروع ہو چکا ہے۔ باگڑ میں مقامی دفتر کے لیے اراضی فاضل کر لی گئی ہے۔ عن قریب دفتر کا افتتاح ہو جائے گا۔ مولانا امان اللہ صاحب نائب امیر ضلع علاقہ بھر میں بڑی مستعدی سے کام کر رہے ہیں۔

۸ نومبر کو صبح یہ وفد کوٹ اسلام پہونچا جہاں کارکنانِ جمعیۃ نے ایک مسجد کی تعمیر پر نزاع تھا ان حضرات کو اتفاق اور اتحاد سے رہنے کی تلقین کی گئی۔ جمعیۃ کا باقاعدہ دفتر قائم کرنے اور ضلعی دفتر کی تعمیر کے بارے میں ہدایات دی گئیں، مولانا عطا محمد صاحب خطیب شہر نے دلچسپی سے کام کرنے کا وعدہ فرمایا۔ دس بجے یہ وفد کوٹ دنی چند پہونچا جہاں کارکنانِ جمعیۃ نے حضرت مولانا امان صاحب کی قیادت میں وفد کا شاندار استقبال کیا۔ مقامی جمعیۃ کے دفتر میں اجتماع ہوا، خطابات ہوئے۔ ضلعی رہنماؤں نے حالات حاضرہ پر تبصرہ کیا۔ حضرت مولانا امان صاحب کی خدمات کو سراہا گیا۔ حضرت مولانا موصوف نے دو ہزار روپے کی تھیلی پیش فرمائی اور فرمایا کہ انشاء اللہ علاقہ بھر سے بہت جلد پانچ ہزار روپے کی رقم برائے تعمیر ضلعی دفتر فراہم کر دی جائے گی۔ دفتری نظام بہتر بنایا گیا۔

گیارہ بجے یہ وفد روانہ ہو کر بٹہ کوٹ، موضع شیر گڑھ، نڑھال کے جماعتی زمینداروں سے ملاقات کرتا ہوا دو بجے ککراہٹہ پہونچا۔ نڑھال میں اہم حضرات سے ملاقات ہو سکی۔ یہی صورت ککراہٹہ میں پیش آئی۔ البتہ ککراہٹہ سے حضرات امیر ضلع کی معرفت ۱۶۰۰ روپے کی رقم فراہم ہو گئی۔ جناب اصغر خان صاحب نمبر دار ککراہٹہ کی وجہ سے تھانہ کبیر والہ میں دو چار اہم مقدمات کے فیصلے کے لیے حضرت امیر کو جانا پڑا۔ اسی رات جمعیۃ طلباء اسلام کے کنونشن میں شمولیت اور ناظم مرکزیہ مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ملاقات کے لیے ملتان واپس ہوا۔

۲۹ نومبر علی الصبح دنیا پور پہونچے، کارکنوں کا اجتماع ہوا۔ حالات بیان ہوئے علاقہ کی مقبولِ عام شخصیت میاں سدید احمد صاحب مدظلہٗ سے ملاقات کے بعد باہمی اختلافات ختم کر کے علاقہ میں جمعیۃ کو فروغ دینے پر اتفاق ہو گیا۔ میاں صاحب موصوف ۱۴ دسمبر کو ضلعی دفتر سے مقامی جماعت کے ہمراہ تشریف لا کر مکمل پروگرام طے فرمائیں گے۔

دس بجے یہ وفد ذخیرہ پہونچا۔ اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے اجتماع نہ ہو سکا۔ ساڑھے گیارہ بجے یہ وفد کہروڑ پکا پہونچا۔ جناب حکیم حبیب احمد صاحب کے چوبارے میں اجلاس ہوا۔ صورت حال بیان ہوئی۔ جناب حکیم صاحب کی معیت میں شہر کے متعدد و بااثر حضرات سے وفد کی ملاقات ہوئی فوری طور پر جناب عبدالمجید صاحب شاکر نے مبلغ ۱۲۵۰/- روپے اور شیخ محمد بشیر صاحب نے مبلغ ایک ہزار روپے برائے تعمیرِ دفترِ ضلعی پیش فرمائے۔ حکیم حبیب احمد صاحب نے ایک ہزار روپے اور شیخ محمد صفدر صاحب نے مبلغ ایک ہزار روپے کا وعدہ فرمایا۔ مقامی جمعیۃ نے سب رقم بہت جلد جمع کرا کے دس ہزار روپے کی خطیر رقم کہروڑ پکا سے مہیا کر دینے کی یقین دہانی فرمائی صوبائی اسمبلی کے نامزد امیدوار شیخ محمد صدیق صاحب کانجو کے مینیجر جناب شیخ محمد صفدر صاحب نے پورے وثوق سے باور کرایا کہ جناب کانجو صاحب حسب فیصلہ مبلغ پانچ ہزار روپے کے علاوہ دس ہزار روپے کی مالی امداد فرمائیں گے۔

ضلعی ناظم جمعیۃ جناب مولانا محمد میاں صاحب وفد کے استقبال کے لیے لودھراں سے تشریف لائے۔ چار بجے یہ وفد لودھراں پہونچا جہاں پر جناب عبدالعفور صاحب لودھی نامزد امیدوار صوبائی اسمبلی کی قیادت میں نمائندگانِ جمعیۃ نے وفد کا استقبال کیا۔ کارکنوں کے اجتماع کو ضلعی رہنماؤں نے خطاب کیا۔ بعد نمازِ مغرب مشہور مقامی جماعت نے مبلغ تین ہزار روپے کی تھیلی پیش کی۔ جناب لودھی صاحب نے مقررہ رقم کے علاوہ بھی دفتر ضلعی کی تعمیر میں مالی تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ یہ وفد نو بجے شجاع آباد پہونچا مسجد فاروقیہ میں نمائندگان کا اجتماع ہوا۔ جس میں طے پایا کہ تحصیل جمعیۃ کا اجلاس ۸ دسمبر کو طلب کر کے اس پروگرام کی تکمیل کی جائے۔ چنانچہ وفد ۱۲ بجے رات ملتان پہونچی۔

۳۰ نومبر کو یہ وفد گگڑہٹہ، کبیر والہ، کوٹ بہادر سے ہوتا ہوا دس بجے رات نڑھال پہونچا۔

یکم نومبر کو بعد نمازِ صبح جامع مسجد میں عبدالقادر صاحب قاسمی نے درس قرآن کے دوران ضلعی وفد کا مقصدِ دورہ بیان کیا۔ جس پر حاجی کریم بخش صاحب سیال نے دو ہزار روپے کا چیک پیش فرمایا۔ جناب عبدالغفار صاحب سیال اور دیگر حضرات نے علاقہ بھر میں مالی تعاون کے لیے فراہمی کا وعدہ فرمایا۔

وفد بھوچاں والہ، مان کوٹ، سالار راہن سے ہوتا ہوا بوقت مغرب ٹھل نجیب پہونچا۔ مولوی بشیر احمد صاحب، حاجی عطا محمد صاحب نے ایک ایک ہزار اور حاجی محمد امین، محمد حسین، محمد اسعد اللہ، محمد اقبال صاحبان نے پانچ پانچ ہزار روپے کی رقم جلد بھجوانے کا وعدہ فرمایا۔

اس طرح رات دس بجے یہ وفد کامیابی کے ساتھ اپنا چھ روزہ دورہ ختم کر کے واپس ملتان پہونچا الحمد للہ اس دورے کے نتیجے میں ضلع بھر میں تعمیرِ دفتر کی ایک تحریک چالو ہو گئی۔ ماتحت جماعتیں اپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر اس تعمیری منصوبے کو کامیابی سے

ممکن کرنے کا عزم کر چکی ہیں۔ اشتہارات اور پانچ دس روپے کے ٹکٹ چھپوا کر جلد ہی جماعتوں کو بھیج رہے ہیں۔

تفصیل آمدنی تنظیمی و تعمیری دورہ ضلعی و فنڈ:
از ۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء، تا یکم دسمبر ۱۹۷۷ء

چک نمبر ۳۰ علاقہ کچا کھوہ	۹۵ —— ۰
چک نمبر ۲۶ ″	۱۶۰ —— ۰
چک نمبر ۶۵ پھنوالہ	۱۷۵ —— ۰
کچا کھوہ	۲۵ —— ۰
چک نمبر ۲۱۔ نزد تلمبہ	۱۰۵ —— ۰
عبد الحکیم:	۲۱۴ ——
از باگڑ سرگانہ حضرت مولانا امان اللہ	۲۰۰۲ —— ۰
معرفت مولوی منظور الحق ضلعی مبلغ	۹۲۳ ——
موضع شیر گڑھ حاجی حق نواز صاحب	۱۰۰ —— ۰
نڑھالی خان نذیر احمد صاحب	۱۰۰ —— ۰
پیر کوٹ حاجی محمد خان صاحب	۱۰۰ —— ۰
نڑھال حاجی کریم بخش صاحب	۲۰۰۰ —— ۰
لکوڑھا: حاجی خورشید عباس گردیزی	۱۶۰۰ —— ۰
کہروڑ پکا۔ مولانا بشیر صاحب	۱۰۰۰ —— ۰
″ مولانا عبد المجید شاکر	۲۵۰ —— ۰
لودھراں مقامی جمعیۃ	۳۰۰۰ —— ۰
	۱۱۸۸۸ —— ۰

نوٹ ضلع بھر میں رسید بکیں تقسیم کر دی گئی ہیں ہر مقامی جمعیۃ نے مقدور بھر اس تعمیری منصوبے کی تکمیل میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہٗ کی حج سے واپسی پر سنگ بنیاد کی رسم ادا کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

محمد عبد القادر کاسمی غفرلہٗ
۱۸ — ۱۲ — ۷۷ء

سیاسی سرگرمیوں سے پابندی ختم کی جائے

ملتان۔ دفتر جمعیۃ علماء اسلام میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے شجاع آباد علماء کونسل کے جنرل سیکرٹری مولانا عبد العزیز مہتمم مدرسہ عزیز العلوم نے فرمایا کہ: وقت آگیا ہے کہ سیاسی سرگرمیوں سے ہر قسم کی پابندیاں ختم کی جائیں۔

علماء کونسل نظام مصطفےٰ کے لیے ہر قسم کی قربانی دے گی اور پاکستان قومی اتحاد کی زبردست حمایت کرے گی تاکہ ملک میں اسلامی قوانین نافذ ہوں۔

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم کا دورہ

ملتان۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم جناب مولانا **زاہد الراشدی** لیہ، کوٹ ادو اور مظفر گڑھ کے تنظیمی دورے کے بعد آج ملتان پہنچے۔

مولانا نے دفتر ضلع ملتان کا ریکارڈ اور نظم و نسق کو دیکھا اور اسے دوسرے اضلاع کے لیے قابل تقلید قرار دیا۔

بعد ازاں مولانا زاہد الراشدی صاحب عقیل صدیقی کے گھر گئے اور ان کے والد کی وفات پر تعزیت کی۔

اس کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز خطیب مولانا قاری محمد حنیف صاحب کے گھر گئے اور ان کے والد کی وفات پر تعزیت کی۔

ٹنڈر اور زیادہ غلہ اگاؤ سکیم بحال کی جائے

ملتان جمعیۃ علماء اسلام گلگشت کالونی کے امیر مولانا عبد الرحیم صاحب نے مطالبہ کیا ہے کہ زیادہ غلہ اگاؤ سکیم اور ٹنڈر پر جو پابندیاں ہیں انہیں ختم کیا جائے تاکہ زرعی آمدن میں اضافہ ہو اور اس طرح ملک خوش حال ہو۔

حکومت کو چاہیے کہ کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کرے۔ گندم بیجائی کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیجائی کا موسم ختم ہونے سے پہلے ہر قسم کی پابندیاں ختم کی جائیں۔

(مولانا) عبد الرحیم
۲۸ — ۱۱ — ۷۷ء

دعائے صحت

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاروقی قادری فاضل دار العلوم دیوبند، خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری طویل عرصہ سے انتہائی علیل ہیں۔ متوسلین شیخ التفسیر حضرت لاہوری سے عموماً اور خلفاء کرام حضرت پسروری سے بالخصوص تسلیمات و دعوات کے بعد دعائے صحت و عافیت کی اپیل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو کامل صحت و عافیت مرحمت فرمائے۔

رشید احمد قادری ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام
ضلع سیالکوٹ

ضروری التماس

علاقہ منیر آباد عقب اورینٹ گلاس فیکٹری خانیوال روڈ ملتان میں ایک ویران غیر آباد مسجد کو آباد کر کے تحریک نظام مصطفےٰ و تحفظ مقام مصطفےٰ صلی اللہ (علیہ وسلم) کے شہداء کی یاد میں تعمیر کیا جا رہا ہے۔

مسجد میں پانی کا نلکا، وضو کا پائپ، مدرسہ کے کمرے۔ ایک کمرہ دار القرآن آدھا تعمیر ہو چکا ہے سردی کا موسم ہے۔ نمازی کھلے آسمان تلے نماز ادا کرتے ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں سے مسجد کا سنگ بنیاد عنقریب رکھوایا جا رہا ہے۔ مسجد کے لیے اینٹ، سیمنٹ، بجری، سریا، صفیں وغیرہ یا اپنے نام کا کمرہ تعمیر کرا کے ثواب آخرت حاصل کریں۔ مسلمانان پاکستان اور مخیر حضرات سے امداد کی پُرزور اپیل ہے۔

رابطہ کے لیے:
قاری محمد اختر علی قریشی خادم جامع مسجد شہداء
زیر تعمیر نزد گلاس فیکٹری منیر آباد خانیوال روڈ ملتان

انتقال پُر ملال

جمعیۃ علماء اسلام ضلع ژوب کے جنرل سیکرٹری مولوی محمد شفیق دولت زئی کے والد محترم مولانا رفیع اللہ صاحب انتقال فرما گئے۔ مولانا ایک عظیم علمی شخصیت تھے جمعیۃ علماء اسلام صوبہ بلوچستان کے تمام سربراہوں نے مولانا کے انتقال کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور دعائے مغفرت کی

دورۂ سادات کے دور رس نتائج

پروفیسر اسماعیل سیفی پشاور

عرب دنیا جو کبھی خزاں زدہ پتوں کی طرح بکھری ہوئی تھی جسے صدر ناصر نے کفر کے فتوے سہہ سہہ کر ایک سیسہ پلائی دیوار بنایا۔ آج انور سادات کے دورۂ اسرائیل سے اس میں دراڑیں پڑنے کا خدشہ ہے۔ آخر کیوں؟ کیا سادات کا اسرائیل سے ہو آنا حالیہ تفرقہ پردازی سے بھی بڑا جرم ہے؟ جو عرب کاز اور عرب اتحاد دونوں کا دیوالیہ نکال دے گا۔ آیئے اس کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کریں۔

دنیا اسے اچنبھا کہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انور سادات نے قدیم تاریخ کو دہرایا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اولوالعزم بادشاہوں نے ہمیشہ ایسے نقوش ثبت کیے ہیں۔ وہاں البتہ وہ زمانہ شاہی تھا تو ان کا اقدام کارنامہ کہلایا اور آج دور جمہوریت ہے تو جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ ذرا ملاحظہ ہو قدیم تاریخ کا عظیم فاتح سکندر حالت جنگ میں پورس کے دربار میں جا حاضر ہوتا ہے۔ ازمنہ وسطیٰ کا غازیٔ اعظم صلاح الدین ایوبی اپنے جانی دشمن رچرڈ شیر دل کے دربار میں پہونچ کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ مگر حالیہ تاریخ اپنے دامن میں ہزار رنگینیاں سمیٹے ہوئے کسی ایسے کارنامہ سے تہی تھی۔ عزم و ہمت کو کسی مردِ قلندر کا انتظار تھا چنانچہ یہ سعادت سادات کے حصہ میں نہیں آئی اور اس نے عرب کاز کی خاطر اپنے تخت و تاج کو داؤ پر لگا کر وہ کام کیا کہ:

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

کسے نہیں معلوم کہ عرب اسرائیل جنگ اس لیے نہیں لڑی جاتی رہی کہ امن سے نفرت ہے، بلکہ وہ امن کی تلاش ہی میں فلسطینی ریاست کا قیام اور عرب مقبوضات کی واپسی چاہتے ہیں جس کے لیے انہوں نے وہ وہ جتن کیے کہ ایک دنیا کو ہلا ڈالا۔ مثلاً اقتصادی بائیکاٹ، بات چیت کا بائیکاٹ، سویز کی بندش، تیل کی بندش، جہازوں کے اغواء، اسرائیل کے اندر حملے وغیرہ، لیکن اس قدر طریقے آزما کر بھی مقصد حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ اسرائیل کسی پچاس لاکھ کی آبادی کا نام نہیں، بلکہ اس کی پشت پر امریکہ و یورپ کی پوری عیسائی دنیا کھڑی ہے۔ اسرائیل سے جنگ ان سب سے جنگ ہے۔ آج بھی امریکن چھٹا بیڑہ اور برطانوی بحریہ اس کی حفاظت کے لیے وہیں کھڑا ہے۔ علاوہ ازیں عیسائی ممالک کی لاکھوں افواج الگ۔ اسی سے اندازہ لگایئے کہ اسرائیل ایک ایسا لیبل ہے جس کے پیچھے عالمی اٹیمی طاقتیں ہیں۔ اس صورت حال میں یہ فخر عربوں ہی کو حاصل ہے کہ اپنوں کی غداری اور بیرونی دباؤ کے باوجود وہ کسی "اعلان تاشقند" یا "معاہدہ شملہ" پہ نہ جھک سکے۔ ابھی تک زمینوں اور آسمانوں میں برسرپیکار ہیں اور تو اور ان کی بہادری و بسالت کا اسرائیل سے پوچھیے جو اپنی پارلیمنٹ میں انور سادات کے رُوبرو اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

اب انصاف فرمائیں کہ اس قدر قیامت خیزی کے باوجود مسئلہ جُوں کا تُوں رہا۔ تو ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ براہ راست بات چیت سے حل نکالا جائے اور آج کی دنیا میں میدان جنگ سے زیادہ گفتگو کی میز پر مسائل حل ہوتے دیکھے گئے ہیں یہ بھی نہ بھولیے کہ عربوں نے بات چیت کا دروازہ بند کر کے بڑی طاقتوں کی محتاجی اختیار کر لی ہے۔ دوسری طرف بڑی طاقتیں ہیں کہ مسئلہ حل کرنے کرانے کی بجائے وہ عربوں میں اندرونی سازشوں کا جال پھیلانے اور انہیں اپنے ہاتھ کا بٹیرا سمجھ کر بار بار لڑانے کی فکر میں ہیں۔ تاکہ ان کے اسلحہ کی منڈی چمکتی رہے۔ اور بالآخر تباہ حالی کا شکار ہو کر عرب ان چوہدریوں کے غلام بن جائیں۔ ادھر لبنان میں آئے دن فلسطینیوں کا قتل عام ہو رہا ہے، لیکن کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ آخر عرب کب تک دنیا کے ان وڈیروں کی نگہ کرم پہ رہیں گے؟

شاید اس لیے انور سادات نے سیاسی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے عرب کاز کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ اب بات چیت کا آغاز ہو چکا ہے۔ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ اس میں نفع کس کا اور نقصان کس کا ہے۔ لیجیے فوری فوائد جو حاصل ہوتے ملاحظہ ہوں:

۱۔ بڑی طاقتوں کی محتاجی ختم ہو گئی۔ اب عرب اپنا مسئلہ اپنے ہاتھوں حل کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ یعنی اپنے مستقبل کے خود مالک۔

۲۔ اسرائیل کے سرپرست مان گئے کہ اب امن کی ذمہ داری اسرائیل کے سر ہے۔

۳۔ اسرائیل کے سب سے بڑے سرپرست امریکہ نے اعتراف کر لیا کہ فلسطینی ریاست کا قیام اور عرب مقبوضات کی واپسی لازمی ہے۔

۴ خود اسرائیل نے جنیوا امن کانفرنس پر آمادگی کے ساتھ ساتھ فلسطینی نمائندگی پر بسر تسلیم خم کر دیا ہے۔

۵۔ اسرائیل کے اندر اپنی آواز پہونچانے سے کئی طبقوں کی ہمدردیاں عربوں کو حاصل ہو گئی ہیں۔

۶۔ اسرائیل کے سرپرستوں کی سیاسی و اخلاقی توپوں کا رُخ خود اسرائیل کی طرف ہو گیا ہے ان کا تقاضا ہے کہ امن کی تلاش میں انور سادات نے تو انتہا کر دی اب اسرائیل کا کام ہے کہ کوئی بڑا قدم اٹھائے۔

اب فرمائیے دورہ اسرائیل سے نقصان کیسے ہُوا؟ ہاں اس کا کوئی جرم ہے تو یہی کہ سادات نے بڑی طاقتوں کا سیاسی حصار توڑا ہے۔ اور تمام عربوں کو ان کے پُرفریب جال اور چال سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک خاص بلاک کے مفادات پر کاری ضرب پڑی تو اس کے حواریوں سے نہ رہا گیا اور لگے چیخنے چلانے۔ دراصل باقی دنیا کی طرح عرب بھی تین دھڑوں میں منقسم ہیں۔ کوئی ملک روسی بلاک میں تو کوئی امریکی بلاک میں، اور بعض غیر جانبدار جب ایک خاص بلاک کے حامیوں نے دیکھ کہ بازتو ان کے چوہدری کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو انہوں نے اس عقیدت مندی میں سادات پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ تاکہ دنیائے عرب کو الو بنا کر ایک بار یہ مسئلہ پھر بڑی طاقتوں کے ہاتھ کا کھلونا ہو کر رہ جائے۔

تاحال اکیس میں پانچ عرب ملکوں نے مصر کے خلاف محاذ بنایا ہے اور بس! عربوں کو جذبات کی رو میں بہنے کے بجائے دانشمندی کا ثبوت دینا چاہیے۔ کہ اب ان کا مستقبل ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اسے جذبات کی نذر کر دیا تو ہمیشہ کے لیے اسرائیل کے زیرنگیں ہو جائیں گے اور اگر دانشمندی اور امن پسندی کا ثبوت دیا تو عرب اتحاد بھی برقرار رہے گا اور مستقبل کی عظمت بھی قدم چُومے گی۔

کیا دنیا نہیں دیکھ رہی کہ فلسطینی مہاجروں کا قتلِ عام معمول بن گیا ہے۔ ادھر اسرائیل توپوں کے جواب میں عرب ممالک بیانات کی توپیں تو داغ دیتے ہیں دفاعی قدم نہیں اٹھاتے۔ تو کیا فلسطینیوں کا خون اس قدر ارزاں ہے کہ چند ملکوں کی مشقِ زباں کے لیے وہ اسرائیل کے مشقِ ستم بنے رہیں؟ اگر کسی عرب ملک کی طرف سے مہاجروں کا فوجی دفاع ہوا ہوتا تو ہم سمجھتے کہ سادات کا اقدام جلد بازی پر مبنی ہے۔

عربوں کو سوچنا چاہیے کہ اس غوغا آرائی سے دشمن کی پیٹھ ٹھونکی جا رہی ہے۔ وہ پنجے جھاڑ کر اس مصر کے پیچھے پڑ گئے ہیں جو میدانِ جنگ کا سب سے بڑا فریق اور مضبوط رفیق ہے عرب فدائین کی تربیت کا مرکز ہے۔ نہ صرف فوجی بلکہ سیاسی کمانڈ بھی اس کے ہاتھ میں رہی ہے غیروں کے وار تو سمجھ میں آتے ہیں۔ کہ اس طرح ریڑھ کی ہڈی توڑی جائے، لیکن اپنوں کو جوش میں آ کر ہوش نہ کھونا چاہیے۔ اگر مصر کا یہ اقدام غلط بھی ہو تو مصر کے منانے اور ملانے کا منصوبہ بنانا چاہیے ورنہ اپنی ہی ہائی کمانڈ پر پل پڑنا کہیں پورس کے ہاتھیوں والی حرکت نہ بن جائے نہ سمجھوگے تو ....

بقیہ۔ مسائل حلقہ نمبر ۱۱

مارشل لاء حکام کے نام کھلے خط میں مولانا ذکریا نے آخر میں اپنے اوپر ۲۰ فروری اور ۷ مارچ کو پرزادہ اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کئے جانے والے قاتلانہ حملوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان حملوں میں میرے ایک ساتھی کو شہید کر دیا گیا اور پندرہ ساتھیوں کو زخمی کر دیا گیا۔ ایک ٹرک ایک موٹر سائیکل کو جلا دیا گیا اور دوسری دس گاڑیوں کو چکنا چور کر دیا گیا۔ جبکہ ۷ مارچ کو میرے اور میرے ساتھیوں کے کئے گئے قاتلانہ حملے کے موقعہ پر کرایہ کی ٹیکسی کو جلا دیا گیا اور میری جیب سے پندرہ ہزار روپے نکال لے گئے مجھے اور میرے ساتھیوں کو بری طرح مارا پیٹا گیا۔

لہٰذا مارشل لاء حکام سے میری پرزور اپیل ہے کہ ان دونوں مقدمات کو فوری طور پر عدالتوں میں پیش کر کے تحقیقات کیجائیں۔ ٹرک اور ٹیکسی کے مالکان کو معاوضہ دیا جائے اور قاتلانہ حملہ میں ملوث پرزادہ اور اس کے ساتھیوں کو عبرتناک سزائیں دی جائیں۔ حلقہ ۱۱ کے تمام ہسپتالوں اور اسکولوں کے انتظامات درست کئے جائیں اور جن علاقوں میں اسکول اور اسپتال نہیں ہیں ان کی فوری طور پر منظوری دی جائے۔

بھینس کالونی سے سکول پر سے ناجائز قابضین کے قبضہ کو فوری طور پر ختم کرایا جائے۔